SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday، April 30، 2009

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at 11.20 a.m. in the morning with Mr. Presiding Officer (Dr. Javaid R. Laghari) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۔ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ
اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۔ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ يَوْمَ نَطْوِي
السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۔

ترجمہ۔ بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے اور انہیں بڑا بھاری خوف بھی پریشان نہیں کرے گا اور ان سے فرشتے آملیں گے یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے خطوں کا طومار لپیٹا جاتا ہے جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا دوبارہ بھی پیدا کریں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے بیشک ہم پورا کرنے والے ہیں۔

سورۃ الانبیا (۱۰۱ تا ۱۰۴)

<u>Questions And Answers</u>

جناب پریزائیڈنگ آفیسر (ڈاکٹر جاوید آر لغاری)۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ We will now take up the questions first. Question No.21. Dr. Muhammad Ismael Bulidi.

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: پوائنٹ آف آرڈر

جناب پریزائیڈنگ آفیسر : جی فرمایئے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا! اس سیشن میں ہم جناب صدر کی تقریر پر بحث کر رہے ہیں تو میرے خیال میں جناب صدر کی تقریر پر relevancy آج کے دن ہے لیکن اگر سیشن تبدیل ہوااور پھر جون میں سیشن آیا تواس میں یہ بہت سی باتیں خواہ وہ آئینی ہیں ' دہشت گردی کے بارے میں ہیں یا معیشت کے بارے میں ہیں یہ ایک قسم کی irrelevant ہو جائیں گی تو اس لیے ہماری درخواست ہے کہ یا تو اس سیشن کی آج کی جو نشست ہے اس کو شام تک extend کیا جائے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس وقفہ سوالات کو معطل کیا جائے تاکہ معززاراکین کو بات کرنے کا موقع ملے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : ایوان سے رائے لے لیتے ہیں کہ اس کی کیارائے ہے۔ سینیٹر وسیم سجاد صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد (قائد حزب اختلاف) : جناب والا! معزز رکن نے suspension of rules کی بات کی ہے۔ جناب کو اب کافی تجربہ ہو چکا ہے۔ Rules کی suspension ایک بڑی unusual چیز ہوتی ہے اور عام طور پر rules suspend نہیں کیے جاتے۔ اگر Rule 236 دیکھیں تو اس پر میں جناب کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا کہ Rule 236 کے تحت جس وقت suspension کی motion move ہوتی ہے تو اس کی دو stages ہوتی ہیں۔ ایک یہ لکھا ہوا ہے کہ whenever any inconsistency or difficulty arises in the applications of these rules or is otherwise considered necessary any member may with the consent of the Chairman یعنی پہلی requirement یہ ہوتی ہے کہ Chairman satisfied ہو اور اس کے بعد پھر House satisfied ہو۔ چیئرمین کی satisfaction کا اس لیے لکھا ہوتا ہے that Chairman is the guardian of the rights of the House، otherwise brute majority سے تو آپ سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن اس کے راستے میں جو چیز حائل ہوتی ہے وہ چیئرمین کی discretion ہے اور چیئرمین ہمیشہ House کی consent کے ساتھ ' House کے interest کو سامنے رکھتے ہوئے چلتا ہے اور یہی ایک safeguard ہوتا ہے۔ اس لیے جب کوئی suspension کی motion آئے تو پہلے جناب کو فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور جناب نے ٹھیک کیا کہ میں ایوان سے پوچھ لیتا ہوں۔ یہ نہیں کہ straightaway motion put کر دی گئی۔ کل کو جو ہوا ہے اس ایوان کی پچھلے چالیس سال کی روایات کو توڑا گیا ہے۔ میں اپنے چیمبر میں بیٹھا تھا کہ میں نے وہاں پر سپیکر پر سنا کہ suspension of rules کی کوئی motion move ہو رہی ہے۔ میں پانچ سال یہاں پر Leader of the House رہا ہوں' میں نے ایک دن بھی بغیر Leader of the Opposition کی consent کے کبھی motion of suspension move نہیں کی' آپ ریکارڈ دیکھ لیں۔ میاں رضا ربانی صاحب یہاں

پر Leader of the House and Leader of the Opposition رہے ہیں' ان سے پوچھ لیں کہ کبھی انہوں نے بغیر دوسری سائیڈ سے پوچھے suspension motion move کی گئی جبکہ suspension motion move کی ہے اور پھر Presidential Address under discussion ہے۔ جب میری understanding کے مطابق ڈاکٹر بابر اعوان کی resolution تھی ان کی request مجھے آئی تھی کہ جی اس کو ہم defer کر دیتے ہیں۔ چونکہ پہلے یہ business meeting میں فیصلہ ہوا تھا کہ اس resolution کو جب سے پاس ہوئی ہے اس میں مزید discussion کی ضرورت ہے۔ میں نے alternative draft جو تھا وہ submit کیا تھا' پھر بابر اعوان صاحب کا مجھے پیغام ملا کہ میں Prime Minister کے ساتھ کوئٹہ جا رہا ہوں۔ آپ مہربانی کر کے defer کرا دیں تاکہ اس پر ہم مزید بات کر سکیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس کے بعد alternative draft میں نے circulate کیا۔ کچھ اپنے دوستوں سے' مندوخیل صاحب سے اور دوسروں سے positive response بھی آیا کہ یہ بہتر ہے لیکن ایک جس طرح ہوتا ہے کہ میری غیر حاضری میں' میں موجود ہی نہیں ہوں۔ میرے ساتھیوں کو بھی پتا نہیں ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟ They must be surprised کہ آخر اس نے کیوں کیا ہے؟ مجھے موقع ہی نہیں ملا ہے to explain to them because I didn’t know. How can I brief my honourable members? کہ جی یہ بات ہو رہی ہے۔ یہ ہمارے اعتراضات ہیں اور یہ back ground ہے۔ جناب والا! اس House کو مہربانی کر کے روایات کے مطابق چلائیں اور brute force اگر کروانا ہو گا تو پھر یہ ایک single party House رہ جائے گا۔

This is not a single party country. You are going to amend the Constitution، and you just want to take the views of two parties on that. Sir، it can not be، even when Mr. Zulfiqar Ali Bhutto was the Prime Minister he made every effort to have a consensus Constitutional line with the background. So، I would say sir، that what happened yesterday، is an open flagrant violation of the traditions of this House. It should not be allowed and I hold you responsible sir. You were the Presiding Officer. You should not have given consent without getting the sense of the House. Why did you do that? I hold you responsible sir، because you were the Presiding Officer، you are the guardian of the rights of the House. They were trampled upon yesterday.

تو آج جناب نے کہا This is the right procedure. پوچھیں' اور اگر یہ consent ملتی Leader of the
Opposition کی you should not have moved the suspension motion. آپ sense of the House لے
لیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ یہ جو سوالات ہیں' یہ ممبران کے سوالات ہیں' ان سے پوچھیں۔ اگر وہ نہیں پوچھنا چاہتے ہیں تو اور بات ہے۔
But you should never do this sir، and I am saying this so that other Presiding Officers should also follow the traditions of this House. I didn't move a single suspension motion without the consent of my colleagues، the Leader of the Opposition throughout by 5 years as Leader of the House.

Mr. Presiding Officer: Yes، Bokhari sahib.

Syed Nayyar Hussain Bokhari (Leader of the House): Thank you، Mr. Chairman! Honourable Leader of the Opposition's tone and tenor towards Chair that has been observed by the members over here. The Presiding Chair has to see what is the sense of the House regarding the suspension. He has very rightly said and yesterday also the sense of the House was taken and in view of that the rules were suspended، one thing. Secondly، it was only the Committee to be constituted.
ابھی کوئی amendments propose نہیں کی جاتی تھیں اور it was only the House which had to authorize the
Chairman to nominate people from the Senate in that Committee. اگر یہ کل اپنی amendments لانا
چاہتے ہیں تو well they have the representation in the Committee، they can bring those
amendments. اب بات یہ ہے کہ اس وقت ان کو خیال نہیں آیا جب 17 ویں ترمیم انہوں نے پاس کی۔ جب 17 ویں ترمیم بڑی
shameful بات تھی کہ جب dual office کا بل پاس ہوا کہ ایک فوجی وردی والے بندے کو انہوں نے کہا کہ یہ dual office رکھ سکتا
ہے۔ اس وقت جو آج اپوزیشن میں بیٹھے ہیں اس وقت گورنمنٹ میں بیٹھے تھے۔ اس وقت ان کو خیال نہیں آیا۔ ہم نے تو یہ suggest کیا ہے کہ
جناب کمیٹی constitute کی جائے۔

I do agree while suspending the rules، the sense of the House should be taken. Thank you very much.

Mr. Presiding Officer: I think، let us continue with the Questions Hour.

کافی ایجنڈا ہے۔Complete کر لیں۔Questions بھی زیادہ نہیں ہیں۔

There are only 6، 7 questions here. We will go with question No. 21، Dr. Muhammad Ismail Buledi.

(Q. No. 21)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی مولانا عبدالغفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: یہاں یہ بتایا گیا ہے اور اس کی تفصیلات بھی دی گئی ہیں لیکن میرا سوال ہے اس ضمن میں کہ کٹوتی کا طریقہ خاص طور پر جو بینک سے زکوۃ کاٹی جاتی ہے۔اس کا طریقہ جو عام طور پر قابل اعتراض رہا ہے۔اس حوالے سے ذرا بتایا جائے کیونکہ بینک میں دو طرح کے اکاؤنٹس ہوتے ہیں۔Saving and Current ہوتے ہیں۔ سنا ہے کہ Current Account سے زکوۃ نہیں کاٹی جاتی اور Saving Account سے کاٹی جاتی ہے۔اس ضمن میں پھر بات یہ ہے کہ کیا وہ اس شخص کی رضامندی سے زکوۃ کاٹی جاتی ہے یا اس کی اجازت کے بغیر؟ تو اس حوالے سے متعلقہ وزیر صاحب ذرا بتا دیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر صاحب۔

جناب نورالحق قادری (وزیر برائے زکوۃ و عشر): شکریہ' جناب چیئرمین صاحب! معزز رکن نے جو سوال پوچھا ہے میرے علم کے مطابق دونوں اکاؤنٹس سے زکوۃ کٹوتی ہوتی ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق اس میں ہر اکاؤنٹ ہولڈر اگر وہ affidavit دے جاتا ہے تو اس کی رضامندی شامل ہوتی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: کرنٹ اکاؤنٹ پر کٹوتی ہوتی ہے یا نہیں ہوتی ہے؟

جناب نورالحق قادری: جناب چیئرمین صاحب! میں نے اپنے معلومات کی بات کی ہے۔شاید میں غلط ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! میرا وزیر موصوف سے سوال ہے کیونکہ وہ قبائلی علاقہ جات سے تعلق بھی رکھتے ہیں۔ یہ لسٹ اگر آپ پڑھ لیں تو اس میں قبائلی علاقہ جات کے لئے کچھ فنڈز مخصوص نہیں کئے گئے ہیں۔ کیا وجہ ہے' وہاں غریب لوگ نہیں ہیں یا وہ پاکستان کا حصہ نہیں ہیں؟ اگر وہاں پر غربت بھی ہے اور پاکستان کا حصہ بھی ہے تو اس کو اس لسٹ میں شامل کیوں نہیں کیا گیا اور ان کے لئے فنڈز کیوں مخصوص نہیں کئے گئے؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی وزیر صاحب۔

جناب نورالحق قادری: فاٹا کی طرف زکوۃ آرڈیننس extant نہیں تھا۔ 2008 میں extant ہو گیا ہے۔ موجودہ جو مالی سال ہے اس میں فاٹا کے لئے زکوۃ کے مد میں فنڈز مختص کئے گئے ہیں اور وہاں پر اس کا استعمال ہو رہا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی' سینیٹر سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: سوال میں پوچھا گیا تھا کہ پچھلے دو سالوں میں کتنی زکوۃ تقسیم کی گئی ہے؟ اس میں جو تفصیل ہمیں مہیا کی گئی ہے اس کے مطابق 07-2006 میں صوبہ سندھ کو جو رقوم جاری کی گئی ہیں زکوۃ کے مد میں وہ 887 ملین ہیں اور جو تقسیم کی گئی ہے وہ 617 ملین ہے۔ 269 ملین روپے سندھ میں تقسیم نہیں ہوئے۔ پھر 08-2007 میں سندھ کو جو رقم جاری کی گئی ہے وہ 886 ملین ہے اور جو تقسیم کی گئی ہے وہ 411 ملین ہے۔ 475 ملین تقسیم نہیں کی گئی۔ یہ کیوں ہو رہا ہے؟

جناب نورالحق قادری: معزز رکن سوال بڑا valid ہے اور سندھ میں جو مجھے بتایا گیا ہے اور جو مسئلہ پیش آ رہا تھا اس وقت کچھ ڈسٹرکٹس میں زکوۃ کمیٹیاں مکمل نہیں ہوئی تھیں۔ چونکہ زکوۃ آرڈیننس کے مطابق زکوۃ کی distribution لوکل زکوۃ کمیٹی کے ذریعے ہوتی ہے اور وہ مکمل نہیں ہوئی تھی۔ ایک رکاوٹ تو یہ تھی۔ دوسری بات جو خاص کر فنی تعلیم میں اور ووکیشنل ٹریننگ کے لئے جو زکوۃ کی مد میں جاتا ہے۔ اس وقت سندھ گورنمنٹ کے ساتھ کوئی اس طرح کا پروگرام نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے وہ فنی تعلیم کے مد میں جو زکوۃ گئی تھی وہ بھی واپس آ گئی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: لوکل زکوۃ کمیٹیاں یا چیئرمین بنتے ہیں تو وہ ذمہ داری اس شعبے کی ہے۔ غریب لوگ کیوں suffer کریں؟ لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اور آپ اتنی رقم laps کر دیتے ہیں اور غریب اس سے محروم ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جواب قطعی طور پر اطمینان بخش نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آگے چلتے ہیں۔ جی صفدر عباسی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب چیئرمین! یہ سوال میری request پر defer ہوا تھا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 76 کی بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: نہیں، سوال نمبر 21 جو ہے۔ اس میں جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ میں نے پچھلی دفعہ بھی یہ سوال پوچھا تھا۔ اس وقت شاید قادری صاحب نہیں تھے۔ میں نے یہ کہا تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ سندھ میں 475 ملین اور total ایک بلین روپے پچھلے سال کی مد میں یہ disburse نہیں ہوئے لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ لکھا تھا کہ ہم نے اس مدت کو بڑھا کر 30-09-2008 تک کر دیا ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ مدت انہوں نے بڑھائی تو کیا اس دوران بھی کوئی مزید disbursement نہیں ہوئی اور ایک billion outstanding رہا۔

جناب نور الحق قادری (وفاقی وزیر برائے زکوۃ و عشر): میں سوال نہیں سمجھا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ پھر explain کر دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب! میں وزیر صاحب کی توجہ کے لیے عرض کروں گا کہ اگر یہ 2007 اور 2008 کی figures دیکھیں تو جو figure lapsed amount کے نیچے دی گئی ہے وہ ایک ارب روپے کی رقم ہے اور سندھ کی مد اگر آپ دیکھیں تو 475 million ہے۔ اگر آپ remarks column میں جائیں تو وہاں یہ کہا گیا ہے کہ allowed utilization of unspent balances upto 30-09-2008 ہے۔ تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ جو آپ نے period بڑھایا ہے اس دوران یہ 475 million میں سے کچھ مزید disburse ہوا یا جو کل ایک ارب تھا اس میں سے کچھ مزید disburse ہوا یا یہ figure آخر تک یہی رہی یعنی 30-09-2008 تک۔

جناب نور الحق قادری: بدقسمتی سے وہ figure اسی طرح رہی اور اس میں صوبائی حکومت اس وقت کوئی progress دکھا نہیں سکی اور پھر ان کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ اگر پچھلا fund release ہوا ہے Central Zakat Council کی policy کے مطابق، اگر اس کا 50% تک وہ خرچ نہیں کرتے تو پھر وہ واپس آ جاتا ہے۔ لہٰذا اس تاریخ تک انہوں نے کوئی progress نہیں دکھائی۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب نے 2006-07 and 2007-08 کے حوالے سے سندھ کی مد میں بڑی pertinent بات کی ہے۔ میں وزیر صاحب سے درخواست کروں گا کہ کیونکہ اب اس سال کے بھی تقریباً نو مہینے گزر چکے ہیں تو اس دوران کیا انہوں نے کوئی ایسے اقدامات اٹھائے ہیں یا سندھ حکومت سے ان کی بات ہوئی ہے کہ جی اس سال میں کوئی بہتر

آئے۔ اگر نہیں تو ابھی دو مہینے بچے ہیں اس دوران کس طریقے سے اس کو بہتر کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ ابھی کافی performance ہے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے بھی کہا سندھ کے حوالے سے کہ دونوں سالوں میں اتنی بڑی خطیر رقم disburse نہیں alarming situation ہوئی ہے۔ لوگ ضرورت مند ہیں۔ 70% لوگ اس وقت poverty line کے نیچے ہیں۔ دو ڈالر سے نیچے پر زندگی گزار رہے ہیں۔ تقریباً 50% ایک ڈالر روزانہ کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ میں وزیر صاحب سے درخواست کروں گا کہ اس دوران جو یہ دس مہینے گزرے ہیں تو کیا ان کو اس میں کوئی بہتری کی صورت نظر آ رہی ہے اور اگر نہیں تو یہ دو مہینے جو بقایا رہ گئے ہیں اس میں یہ کیا کریں گے؟

جناب نورالحق قادری: جس طرح ہم دیکھتے ہیں سندھ کے معاملات 'اس سال زکوٰۃ کی تقسیم میں یہ کافی بہتر ہو گئے ہیں اور توقع ہے کہ انشاء اللہ اس سال یہ مسئلہ سندھ میں نہیں رہے گا اور بلوچستان کا نظام بھی تقریباً ایک لائن پر آ گیا ہے۔ فرنٹیئر بھی بہتر ہے البتہ پنجاب میں کمیٹیوں کے حوالے سے کچھ مشکلات ہیں' ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ان کو بھی حل کیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آگے چلتے ہیں۔ سوال نمبر 76 کو defer کرتے ہیں کیونکہ the mover is not here اور وزیر صاحب بھی وزیراعظم صاحب کے ساتھ میٹنگ میں ہیں۔

Now، we will move to Question No.77، again Dr. Muhammad Ismail Buledi.

Q.No.77

Mr. Presiding Officer: Any supplementary question. No supplementary. Next is Question No.78.

Q.No.78

Mr. Presiding Officer: Any supplementary Question? Yes Talha Mehmood.

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: میرا سوال تھا کہ یہ PEPCO / WAPDA نے اگر ماضی قریب میں نہیں لیے ہیں تو ماضی دور میں کوئی لیا ہے کیونکہ ماضی قریب کے بارے میں تو لکھ دیا ہے کہ نہیں ہے۔

راجہ پرویز اشرف (وفاقی وزیر برائے بجلی و پانی): یہ diesel power generation plants کی بات ہو رہی ہے سوال نمبر 78 ہے۔ جناب چیئرمین! معزز رکن نے جو سوال پوچھا ہے اس کا جواب ہمارا 'نہیں' میں ہے' ہم نے کوئی import نہیں کیا۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: نہیں آپ نے ماضی قریب کے حوالے سے کہا ہے۔

راجہ پرویز اشرف: ماضی قریب یا ماضی بعید کی بات کرتے ہیں تو ہمارے پاس دو rental power stations ایسے ہیں جو گیس پر بھی چلتے ہیں اور ڈیزل پر بھی چلتے ہیں۔ ہم ان کو ڈیزل پر نہیں چلاتے کیونکہ جب ہم گیس پر چلاتے ہیں تو 7.83 per unit cost آتی ہے لیکن اگر اسی کو ہم ڈیزل پر چلائیں تو یہ پھر آجاتی ہے 22.53 جو کہ بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا ہم diesel afford نہیں کرسکتے۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ جو اس وقت private companies سے خرید رہے ہیں یہ کس rate پر حاصل کر رہے ہیں۔ ان سے تو آپ اسی حساب سے لے رہے ہیں جیسا کہ آپ نے کہا 22.53 اس کی cost آتی ہے اور اگر آپ دوسرے انداز میں لیں تو 7.53 ہے۔

راجہ پرویز اشرف: دیکھیں جو furnace oil ہے اس پر جو اس وقت average آرہی ہے وہ تقریباً 14 cent آرہی ہے جو نئے rental plants لگ رہے ہیں اور جو ڈیزل ہے وہ تو کافی زیادہ ہو جاتا ہے وہ تو پھر 22 cent پر پہنچ جاتا ہے۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: میں نے پچھلے دنوں اخبارات میں پڑھا ہے کہ آپ لوگوں نے چین سے diesel power generation plants import کیے ہیں۔ اگر آپ نے import نہیں کیے تو کیا آپ نے private companies کے through import کروائے ہیں یا کوئی اور سلسلہ ہے؟ میں نے سنا ہے کہ ship بھر بھر کر آرہے ہیں وہاں سے اور اگر آپ اس طریقے سے ڈیزل پاور جنریشن کی حوصلہ افزائی کریں تو ڈیزل کہاں سے لے کر آئیں گے۔ آپ کے پاس تو import کرنے کے لیے ڈالر نہیں ہیں اور ڈیزل کا جو rate ہے یا جو پیٹرول کا rate ہے اس کی پچھلے دنوں position دیکھ لیں کہ وہ 150 dollar تک چلا گیا تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس وقت کم ہے۔ میں foresee کر رہا ہوں کہ اس کا ریٹ پھر اوپر جائے گا تو کیا آپ نے اس کو foresee کیا ہے۔

راجہ پرویز اشرف: جناب چیئرمین! معزز رکن کا جو concern ہے وہ بالکل ٹھیک ہے کہ ڈیزل ایک مہنگا fuel ہے جس کو power generation میں آپ afford نہیں کرتے، جیسے میں نے گزارش کی ہے۔ جہاں تک تعلق ہے generator کی import کا اور وہ کوئی private sector کر رہا ہے تو اس پر یقیناً ہمارا اختیار نہیں ہے۔ وہ بھی بہت مہنگا ہے۔ اس کو بھی ہم discourage کرتے ہیں اور اسی لیے ہمیں load management کرنی پڑتی ہے۔ ہم اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی لوگوں کو educate کر رہے ہیں کہ ڈیزل پر چلانے سے بہتر ہے کہ دو، ڈھائی گھنٹے کی دسمبر تک load management برداشت کرلیں۔ جو انہوں نے یہ سوال کیا ہے اس کے لیے میرا مختصراً جواب یہ ہے کہ ہمارا کوئی diesel power generation کا plan ہے اور نہ ہم کرنے جا رہے ہیں۔ جو ہمارے پہلے دو plants ہیں ان کو بھی ہم گیس پر چلا رہے ہیں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: پھر آپ load shedding کیسے ختم کریں گے؟

راجہ پرویز اشرف: اس پر میں بات کرنا چاہوں گا۔ جناب چیئرمین! Load shedding ختم کرنے کے لیے میں نے بارہا کہا تھا کہ دسمبر 2009 تک load shedding ختم ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر جو demand and supply میں gap تقریباً 3000 mega watt کا ہے۔ Load shedding کو بالکل eliminate کرنے کے لیے' mitigate کرنے کے لیے ہم نے یہ arrangement کر لیا ہے کہ وہ 3000 mega watt کی generation دسمبر سے پہلے ہمارے system میں آجائے' national grid میں آجائے۔ اس پر ہم نے خدا کے فضل و کرم سے سارا مکمل کام کر لیا ہے۔ 1500 Mega watt ہم rental لے رہے ہیں اور تقریباً 2300 mega watt IPPs کے ساتھ آرہا ہے۔ پھر اس کے بعد ہم long term پر بھی جا رہے ہیں۔ اس کا تو 2010 تک افاقہ ہو جائے گا لیکن آپ کی demand تواتر کے ساتھ بڑھ رہی ہے تو پھر 2015، 2012، 2011 تک بھی اس کے لیے long term planning بھی ہو رہی ہے and I want to assure this august House کہ جو ہم یہ کہتے ہیں کہ دسمبر تک load shedding mitigate ہو جائے گی اس کا پورا بندوبست ہے۔ اب جون تک ہمارے پاس 800 mega watt آجائے گی۔ ابھی 165 mega watt کی generation already ہمارے پاس آچکی ہے اور اس کے بعد جون سے دسمبر کے درمیان وہ سارے projects جو pipeline میں ہیں' جو کہ ہم نے fastest possible track پر کیے ہیں وہ انشاء اللہ آجائیں گے اور load shedding نہیں رہے گی۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: یہ بات کر رہے ہیں 31 دسمبر کی۔ جب آپ چاہتے ہیں load shedding ختم ہو جاتی ہے' جب آپ چاہتے ہیں load shedding شروع ہو جاتی ہے۔ اس میں کیا جادو گری ہے۔ پچھلے سال جب رمضان کا مہینہ آیا ہے تو کسی قسم کی load shedding نہیں تھی۔ پھر ایک دم load shedding شروع ہو گئی۔ اب position یہ ہے کہ اس وقت load shedding کم ہے۔ پچھلے دنوں بہت زیادہ تھی۔ آخر اس میں کیا جادو گری ہے یہ بتایئے جناب۔

راجہ پرویز اشرف: جناب چیئرمین! معزز رکن نے بہت ہی اہم سوال کیا ہے اور میں اس کی ضرور وضاحت کرنا چاہوں گا کہ ہماری جو generation ہے اس کے دو components ہیں۔ ایک تو ہم thermal سے لیتے ہیں اور ایک ہم hydel سے لیتے ہیں۔ Hydel کا major portion ہمارے دو بڑے ذخائر جس میں منگلا اور تربیلا ڈیم ہیں' جب منگلا اور تربیلا ڈیم سے پانی کی releases ہوتی ہیں تو ہمارے generators چلتے ہیں اور اس سے بجلی پیدا ہوتی ہے اور اس کو IRSA (Indus River System Authority) control کرتا

ہے۔ بنیادی طور پر وہ آبپاشی کے لیے ہے۔ جب آبپاشی کے لیے پانی کی ضرورت نہ ہو یا پانی کی نکاسی کو بند کر دیتے ہیں تو hydel generation نیچے آجاتی ہے۔ یہ اس وقت کی بات کر رہے ہیں' آجکل hydel generation بہتر ہے۔ لہٰذا load shedding کی position بھی بہتر ہے حالانکہ گرمی بہت زیادہ ہے اور demand بھی زیادہ ہے لیکن hydel generation زیادہ ہو رہی ہے۔ بنیادی طور پر وہ آبپاشی کے لیے ہے۔ جب آبپاشی کے لیے پانی کی ضرورت نہ ہو' یا پانی کی نکاسی وہ بند کر دیتے ہیں تو hydel generation نیچے آجاتی ہے' یہ اس وقت کی بات کر رہے ہیں۔ آج کل hydel generation بہتر ہے لہٰذا لوڈشیڈنگ کی پوزیشن بھی بہتر ہے۔ حالانکہ گرمی بھی بہت زیادہ ہے اور ڈیمانڈ بھی زیادہ ہے لیکن hydel generation زیادہ ہو رہی ہے اور میں معزز ممبر سے یہ بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ پچھلے سال آج کے دن تیس تاریخ کی جو رات گزری ہے 3406 میگاواٹ کی لوڈشیڈنگ تھی جبکہ آج صرف 982 کی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنا سسٹم efficient کیا ہے' ایک circular debt جس نے سارے سسٹم کو جکڑا ہوا تھا وہ پچاس فیصد ختم کیا ہے لہٰذا بارہ سو میگاواٹ کے قریب سسٹم enhancement کی وجہ سے ہم نے generation improve کی ہے اور باقی ہائیڈل سے کی ہے اور جس طرح میں اکثر کہتا ہوں کہ جولائی اگست اور ستمبر میں حبس بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بجلی کی ڈیمانڈ بڑھ جاتی ہے اس وقت ہمارے اوپر دباؤ آئے گا لیکن وہ بھی پچھلے سال کے مقابلے میں کم ہو گا اس کے لیے ہم سر توڑ کوشش کر رہے ہیں لیکن دسمبر کے بعد لوڈشیڈنگ نہیں ہو گی یہ ہمارا آپ سے وعدہ ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ جی سینیٹر بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور۔ میں معزز وزیر سے تھوڑا سا پوچھنا چاہتا ہوں کہ چھ سینٹ کی بجلی والے لوگوں کو ادائیگی نہیں ہو رہی اور اس ہاؤس کو confidence میں نہیں لیا گیا کہ آج کل جو آپ آئی پی پیز کے ساتھ agreement کر رہے ہیں وہ کتنے سینٹ پر کر رہے ہیں۔ چھ سینٹ کی ادائیگی نہیں ہو رہی اور سنا ہے double figure میں ریٹ آگیا ہے۔ اگر آپ چھ سینٹ والوں کو ادائیگی کر دیتے۔ اگر آپ generation والوں کو پوری ادائیگی کرتے تو بجلی کی جو لوڈشیڈنگ ہوئی ہے وہ نہ ہوتی۔

راجہ پرویز اشرف۔ جناب چیئرمین! میں معزز ممبر صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ ایک perception ہے کہ ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے generation میں کمی ہوتی ہے یا اس کی وجہ سے لوڈشیڈنگ ہے یہ بالکل غلط ہے۔ لوڈشیڈنگ اس وجہ سے ہے کہ اس وقت ہماری ڈیمانڈ اور سپلائی میں 3000 to 3500 mega watt gap ہے۔ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ پچھلے آٹھ نو سال سے کوئی بجلی کا نیا پلانٹ نہیں آیا نہ کوئی generation ہوئی نہ کوئی میگاواٹ سسٹم میں شامل ہوا جس وجہ سے سسٹم کے اوپر constraint ہے۔ اب سوال رہ گیا کہ جو یہ circular debt کی بات کر رہے ہیں اس پر میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ یہ بھی ہمیں ورثے میں ملا تھا' 180

ارب روپے ہم نے بجلی کمپنیوں کو دینے تھے۔ انہوں نے آگے تیل کمپنیوں کو دینے تھے' انہوں نے آگے ریفائنریز کو دینے تھے۔ سارے سسٹم کو اس نے جکڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس 180 ارب میں سے نوے ارب روپیہ ہم نے فوری طور پر ادا کر دیا۔ اس سسٹم کو ہم نے آزاد کرا لیا ہے۔ اب وہ بہتر کام کر رہا ہے اور باقی نوے ارب روپیہ ہم تیس جون تک ادا کرنے کے پابند ہیں۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ government is fully alive to this situation یہ جتنا گند ہمیں ورثے میں ملا ہے' جتنی مشکلات ملی ہیں' جتنے challenges اس سیکٹر سے ملے ہیں ان کے ساتھ ہم نپٹ رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ we will overcome this problem

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ آگے چلتے ہیں۔

سینیٹر ہارون خان۔ جناب چیئرمین! یہ بات درست ہے کہ کوئی میگاواٹ add نہیں ہوا مگر بہت سارے میگاواٹ آج کل add ہو رہے ہیں وہ انہی وقتوں کے projects ہیں جو sanction ہوئے تھے۔ میرا ان سے ایک سوال ہے کہ پچھلے ایک سال میں جتنے power tariff پاکستان کی تاریخ میں بڑھے ہیں اتنے زیادہ power rate نہیں بڑھے۔ اب اس ریجن میں ہمارے rates سب سے highest ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ابھی تک واپڈا اربوں روپے کا نقصان کر رہا ہے۔ کیا یہ ایک bottom less pit ہے اس میں پیسہ ڈالتے جائیں گے اور وہ نیچے گرتا چلا جائے گا یا کبھی واپڈا کسی وقت اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ جناب چیئرمین! معزز ممبر نے بڑا ہی pertinent سوال کیا ہے۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت جو generation cost ہے جس قیمت پر ہم بجلی دے رہے ہیں اس میں 185 ارب روپے کا gap ہے۔ جس میں سے پچھلے سال بجٹ میں 65 billion کی subsidy تھی۔ 120 ارب روپیہ کہاں سے آئے گا۔ آپ نے یہ بجا فرمایا کہ بجلی کی قیمت بڑھانی پڑی۔ نیپرا ایک regulatory authority ہے جو بجلی کی قیمت مقرر کرتی ہے اس کے باوجود حکومت نے ان کی بات نہیں مانی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے جو ہم سب کے سوچنے کا ہے کہ جی یہ ایک public utility ہے جو ہم نے generate کر کے consumers تک پہنچانی ہے۔ ایک کروڑ اور پچاس لاکھ ہمارے consumers ہیں جن میں بیالیس لاکھ وہ لوگ ہیں جن کو ہم life line customer کہتے ہیں۔ جب آپ کو ساڑھے سات روپے فی یونٹ average پڑ رہا ہو اس وقت بھی آپ نے ایک روپے پچاس پیسے فی یونٹ بجلی سپلائی کرنی ہے لہٰذا یقیناً قیمت بڑھانی پڑے گی۔ اس کے علاوہ پھر یہی ایک طریقہ ہے کہ اس میں آپ پیسہ پمپ کرتے رہیں جو کہ بالکل ناجائز ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر PEPCO کو آپ نے پاؤں پر کھڑا کرنا ہے تو ہمیں ایک دفعہ یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ جس قیمت پر ہماری بجلی پیدا ہو رہی ہے' ظاہر ہے اس بجلی کو سستا کرنے کے لیے جو کوششیں ہیں وہ ضرور کرنی ہیں۔ ہم نے hydro کے اوپر بھی جانا ہے' ہم نے کول کے اوپر بھی جانا ہے۔ ہم نے alternative energy

کی طرف بھی جانا ہے اور ہم نے سارے رستے ڈھونڈنے ہیں لیکن وہ ایک سو پچاسی ارب روپے ادا نہیں ہونگے' اس کا ایک طریقہ ہے کہ حکومت بوجھ اٹھائے یا consumer اٹھائے' اگر وہ نہیں ہوتا تو وہ circular debt بن جائے گا پھر دو سال کے بعد ہم اسی چکر میں آ جائیں گے۔ لہٰذا ہمیں ground reality کو سامنے رکھ کر کچھ فیصلے کرنے ہوں گے۔ میں پھر بھی یہ عرض کر دوں کہ ہمیں پاکستانی عوام کا احساس ہے اور جب ہمارے پاس نیپرا کی طرف سے ریٹ آتے ہیں تو ہم اس کو resist کرتے ہیں' ہم اس کو notify نہیں کرتے باوجود pressure کے۔ جناب والا! جو انہوں نے چھ سینٹ کا کہا تھا کہ ان کو پیسے نہیں دیئے جا سکے وہ میں نے clear کر دیا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے' جس طرح معزز ممبر نے کہا کہ کچھ losses ہیں' چوری ہے وہ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن جو ہم ریٹ لگاتے ہیں وہ پاکستان کی سب سے efficient company جو اسلام آباد الیکٹرک کارپوریشن ہے اس کا ہم ریٹ لیتے ہیں جو سب سے efficient ہے' پوری دنیا میں جو اس کے line losses ہیں وہ standard ہیں اور international standard پر acceptable ہیں' وہ ریٹ لے کر ہم پورے پاکستان میں لاگو کرتے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ جی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل۔ یہ ایک بڑا important سوال ہے اور یہ اتفاق سے میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ دیکھیں جی واپڈا کے losses کی بات ہے۔ ٹرائبل علاقے میں تو حالات ایسے ہیں کہ وہاں پر چوری ہوتی ہے۔ بل کی ادائیگی بھی ہوتی ہے لیکن سب سے زیادہ چوری کراچی میں ہوتی ہے۔ اب پاکستان میں سب سے زیادہ بجلی کی چوری کراچی میں ہوتی ہے۔ آپ اس کو کیوں کنٹرول نہیں کرتے وہ تو ٹرائبل علاقہ نہیں ہے۔ وہاں تو جنگ جاری نہیں ہے۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ۔ جناب اسی سے related ایک بات ہے گو کہ اس کا تعلق شاید بجلی سے نہ ہو مگر ہو بھی سکتا ہے۔ چناب پر ڈیم بنانے سے اس وقت دریائے چناب سوکھ چکا ہے۔ زراعت کا اس علاقے میں ذریعہ صرف اور صرف ٹیوب ویل رہ جاتا ہے اب وہاں بھی water table بہت نیچے جا رہا ہے کیونکہ اگر ہر سال دریاؤں میں پانی آئے تو پھر water table بہتر ہو جاتا ہے۔ اب water table اتنا نیچے جا رہا ہے کہ شاید کچھ سالوں تک ہم ٹیوب ویل کے ذِریعے بھی پانی حاصل نہ کر سکیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ کیا بجلی کے متعلق یہ سوال ہے۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ۔ میں اسی طرف آ رہا ہوں کہ کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ جو آنے والے کل میں اتنے بڑے crises کا ہم شکار ہو سکتے ہیں اس کے لیے حکومت نے کیا پالیسی بنائی ہے۔ ان کا future plan کیا ہے اور ہندوستان کے ساتھ ہمارے dialogue کس حد تک پہنچے ہیں ان کا کوئی نتیجہ possible ہے یا نہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ میرا خیال ہے جو main سوال ہے اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔آپ جواب دینا چاہتے ہیں تو دے دیں۔

راجہ پرویز اشرف : جناب چیئرمین! The honourable member is sitting on my left ان کا سوال یہ تھا کہ کراچی میں line losses زیادہ ہوتے ہیں یا بجلی کی چوری زیادہ ہوتی ہے۔اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ کراچی الیکٹرک سپلائی کمپنی privatize ہوگئی ہے۔اس کے واقعی کچھ serious معاملات تھے جن پر ہم نے بڑاکام کیاہے اوراب losses جو ہیں کیونکہ وہ ایک private entity ہے لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ ہماری بجلی کی چوری کہیں بھی ہو رہی ہو یہ ہمارے ملک کا نقصان ہے اس کو ہم discourage کرتے ہیں لیکن بات صرف یہاں تک نہیں ہے اور بھی کچھ کمپنیاں ہیں جہاں پر ہمیں loss ہوتا ہے' جہاں ہم بجلی بھیجتے ہیں اور ہمیں پیسے واپس نہیں ملتے۔انہوں نے خود فرمایا کہ PESCO، Tribal areas کے ذمے تقریباً 120 ارب روپیہ واجب الادا ہے'جو ہمیں نہیں مل رہا۔اس طرح اور بھی companies ہیں۔اب ہم نے losses کو کنٹرول کرنے کے لیے اور اس چوری کو روکنے کے لیے کچھ اقدامات کیے ہیں جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہو رہے ہیں اور پچھلے تین مہینے سے ہمارے line losses بتدریج کم ہو رہے ہیں۔گو اتنے کم نہیں جتنا ہمارا ٹارگٹ ہے یا جتنا ہم چاہتے ہیں کہ کم ہوں لیکن اس میں ایک downward trend ضرور آیا ہے۔اس میں ہم نے کچھ management کو ٹھیک کیا ہے'کچھ ہم نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے CEOs کو ٹارگٹ دیئے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے ٹارگٹ meet نہ کیے تو پھر ان کو اس سیٹ پر رہنے کا حق نہیں ہوگا۔اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہو رہے ہیں لیکن ایک general awareness کی بھی ضرورت ہے۔ہم ایک campaign بھی launch کر رہے ہیں۔جس کے لیے سارے ہاؤس سے بھی درخواست ہوگی کہ آپ اپنے اپنے علاقوں کے لیڈر ہیں'آپ بھی لوگوں کو بتائیں۔یہ جو معاشرتی برائی ہے اس کے آگے بھی بند باندھنا ہے۔

دوسرا سوال قبلہ شاہ صاحب کا تھا۔چناب کے پانی کا ایک تنازعہ کھڑا ہوا تھا ہندوستان کے ساتھ اور ان کے ساتھ جو ہماری treaty signed ہے جس کے تحت پانی کی ایک مخصوص مقدار پاکستان میں آنی چاہیے۔اگر وہ مقدار نہیں آتی تو اس پر ہم نے مختلف forums میں objection raise کیا۔آپ کو یاد ہوگا کہ چناب پر جو انہوں نے بیراج بنایا اس سے دو لاکھ ایکڑ فٹ پانی پاکستان کا نقصان ہوا۔جس کا ہم نے Commissioner level پر'Foreign Office level پر' PM level پر اور حتیٰ کہ صدر مملکت کے level پر بھی وہ معاملہ اٹھایا گیا۔اس پر ابھی بھی بات ہو رہی ہے۔اس وقت تک چناب میں پانی روکا نہیں جارہا۔ایک treaty اس کو govern کرتی ہے۔

جہاں تک حکومت کا یہ ہے کہ آئندہ آنے والے وقت میں پانی کا مسئلہ ساری دنیا کا مسئلہ بنے گا۔ پانی کی قلت ہے۔اس سال الحمدللہ پچھلے سال سے بہتر پانی آیا ہے منگلا میں بھی اور تربیلا میں بھی لیکن پانی Irrigation کے لیے استعمال کرنے کے لیے ہمیں efficient manners اپنانے ہوں گے جس پر حکومت ایک جامع پالیسی مرتب کر رہی ہے۔ جس پر Flood irrigation والی عیاشی' جس طرح کا پانی دنیا میں ہے' وہ کسی کے لیے بھی قابل قبول نہیں ہوگا اور نہ afford کریں گے۔اس کے لیے sprinklers ہیں اور irrigation methods ہیں جو اپنانے چاہییں۔اب دنیا کی نئی technology کے ذریعے ہم آگے جائیں گے اور اس طرح ہم پانی کی قلت پر قابو پا سکیں گے۔

Mr. Presiding Officer: Question 79، Senator Talha Mehmood.

Q.No.79

Mr. Presiding Officer: Any Supplementary?

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: جناب' انہوں نے کہا ہے کہ 263 گاڑیاں انہوں نے خریدی ہیں' PSO کے حوالے سے۔ میں اس سلسلے میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا انہوں نے کرائے پر گاڑیاں حاصل کی ہیں؟ اگر کرائے پر گاڑیاں حاصل کی ہیں تو اس کا criterion کیا ہے اور انہوں نے یہ کرائے پر گاڑیاں کس سے حاصل کی ہیں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی نوید قمر صاحب۔

Syed Naved Qamar (Minister for Privatisation): Sir، the information provided here pertains only to the cars that have been purchased for use of the company for the last five years. So، this does not have any provision for rented cars.

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: ایک منٹ Sir میں ایک اور بھی بات کرنا چاہوں گا کہ جو PSO کے مختلف افسران ہیں ان کی ماہانہ پٹرول کی حد کیا ہے اور وہ limit وفاقی حکومت کے افسران کے مطابق ہے یعنی ان کے برابر ہے یا ان سے زیادہ ہے؟ اور اس میں آپ نے علیحدہ علیحدہ مجھے نہیں بتایا۔ آپ نے اکٹھا خرچہ بتایا ایندھن اور جو آپ کی repair، maintenance وغیرہ پر۔ کیا repair، maintenance کی figure آپ کے پاس علیحدہ سے ہے' ایندھن کی علیحدہ سے ہے؟ یہ دو سوال ہیں۔

Syed Naveed Qamar: Sir، at different managerial levels، there are different limits. For example، the MD has no limit but Executive Directors have 400 liters، the G.Ms have 350 liters and the DGMs haved 270 liters.

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: جناب، میں ایک question اور پوچھ لوں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی ایک اور پوچھ سکتے ہیں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ گاڑیوں کی مرمت کا ان کا کیا طریقہ کار ہے؟ یہ افسران کی اپنی Workshops ہیں یا کسی اور کی ہیں؟

Mr. Presiding Officer: I don't think this question requires an answer. Amount spent on maintenance

پوچھا تھا انہوں نے سوال میں اور وہ کہتے ہیں کہ طریقہ کار کیا ہے؟ کیا اپنی ورکشاپس ہیں یا۔۔۔؟

سید نوید قمر: obviously sir افسران کی اپنی ورکشاپس تو نہیں ہو سکتیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں PSO کی۔

Syed Naveed Qamar: Yes، I am talking of PSO only. There are workshops to which these cars go but if the honourable Senator has any apprehension that some officers might be misusing this then we may look into that.

Mr. Presiding Officer: Thank you. Questin No.80 again of Senator Muhammad Talha Mehmood.

Q.No.8

Mr. Presiding Officer: Any Supplementary Question?

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: اس میں انہوں نے بتایا ہے جی کہ یہ سوئی ناردرن گیس پائپ لائن نے جو عمارتیں کرائے پر لے رکھی ہیں، ان کا سالانہ کرایہ جو انہوں نے بتایا ہے تقریباً پچپن کروڑ، پچپن لاکھ بہتر ہزار یا پانچ کروڑ پچپن لاکھ ستاون ہزار دو سو اٹھاسی۔ یہ اتنی بڑی رقم جو یہ

کرائے کی مد میں خرچ کر رہے ہیں تو کیا انہوں نے اپنی کوئی عمارتیں بنانے پر بھی کوئی زور دیا ہے یا صرف کرائے پر ہی بڑھا رہے ہیں؟ اگر یہ کرائے پر لیتے ہیں تو اس کا طریقہء کار کیا ہے؟

Syed Naveed Qamar: Sir، I think، this is a very pertinent question and that is precisely what I have also asked the company yesterday because that seems to be overwhelming trend towards hiring of buildings. Of course، some of these buildings like customers centres and so on are relatively new and they were to be erected or put in place fairly and quickly. That is why they went on rentals but I think the company should be encouraged and I am agreed with the honourable member towards setting up of their own buildings.

As far as the issue of the criterion and how there is a whole laid out criterion which I can share with the honourable member. Obviously، there are committees and then whole number of things that are followed in that.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی آخری سوال پوچھ لیں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: میں یہ آپ کی knowledge میں لانا چاہتا ہوں۔ Sir آپ کا دفتر، میں یہ as a Chairman آپ کو کہہ رہا ہوں۔ آپ اس دفتر کو بھی دیکھ لیں اور ایم ڈی، پی ایس او کے دفتر کو دیکھ لیں۔ آپ کا دفتر اس کا 5% بھی نہیں ہے۔ اس میں اتنے زیادہ expenses کر رہے ہیں اور 20 روپے square feet کی عمارتوں کو پچاس، پچاس، سو، سو روپے square feet پر لے رہے ہیں۔ اس کا کیا criterion ہے؟ یہ loss indirectly ملک کا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی Minister Sahib یہ کچھ criterion پر سوال ہے۔

Syed Naveed Qamar: As I said Sir، the MDs offices either they be pertaining to PSO or Sui Northern، all buildings are owned by the companies. There are more a reflection of companies of the same size and in the same general field، if you look at the similar offices

of other oil marketing companies or gas companies، you would find these to be not out of line. So، in that sense when they deal with customers then they obviously have to، and here we are talking of multi-nationals and all kinds of customers they have to have premises which project the size of the company and its economic and financial clout.

Mr. Presiding Officer: Question No.81، Dr. Muhammad Ismail Buledi.

Q.No.81

Mr. Presiding Officer: Any supplementary? Yes، Baloch sahib.

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب چیئرمین! اس میں یہ کہا گیا ہے کہ کل 17 depots ہیں اور بارہ کام کر رہے ہیں اور تیرھواں گوادر ڈپو ضرورت پڑنے پر شروع کیا جائے گا۔ جناب چیئرمین، کیا وزیر صاحب یہ بتائیں گے کہ ایک ڈپو جو پسنی میں ہے وہ کام کر رہا ہے؟ اگر نہیں کر رہا تو کیوں نہیں کر رہا؟ because that is the only depot for the entire Makran division. اور وہ جب سے انہوں نے announce کیا ہے میرے خیال میں، That is the only source of dumping for the official یعنی جو پسنی ڈپو کے نام سے سارا تیل کراچی میں بک رہا ہے، اس کی وہ کیا reason بتائیں گے؟

جناب پریزائیڈنگ آفیسر: جی وزیر صاحب۔

Syed Naveed Qamar: Sir، the honourable member is absolutely right that lot of these depots were being used for dumping by both the officials within the oil marketing companies as well as the pump owners and that is why the number of these depots were closed، in order to stop the practice of dumping and reduce the cost. In fact this decision was taken at the time when the international prices of oil had escalated to the extent where we were trying to save every little penny. So، Pasni was also one of those stations which were closed for this very purpose because people were picking up petrol and diesel in the name of Pasni and dumping them in Karachi.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی سینیٹر ہارون صاحب۔

سینیٹر ہارون خان: جناب چیئرمین! میرا سوال honourable minister سے ہے۔ یہ جواب میں کہتے ہیں کہ ۱۷ ڈپوز بند کیے گئے تاکہ inland trade equalization margin کو reduce کیا جائے۔ تو میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ وہ IFEM جو ہے یہ پہلے کیا تھا اور ۱۷ ڈپوز بند کرنے سے کتنا کام ہوا اور consumers کو اس کا کیا فائدہ ہوا؟

Syed Naveed Qamar: Sir، the saving that came in by closing these depots was about 1.159 billion and presently، it is about 9 billion. As it was closed it was about to 11 billion which is saving which we brought about at the pump.

Senator Sabir Ali Baloch: Mr. Chairman! sir، that is not the answer of my question. Actually، what I wanted to know is that

کہ پسنی کے نام پر ابھی dumping ہو رہی ہے تو dumping کون کر رہا ہے۔ یہ PSO کے لوگ کراچی میں بیٹھ کر خود کر رہے ہیں۔ پچھلے کئی سالوں سے پسنی کے ڈپو کو ایک گیلن پٹرول بھی نہیں جا رہا ہے اور ان لوگوں نے ایرانی تیل خود خرید کر وہاں پر dump کر کے خود بیچنا شروع کر دیا۔ منسٹر صاحب سے میرا question ہے کہ dumping تو ہو رہی ہے تو کیا وہ یہ مدد فرمائیں گے کہ PSO officially کی بجائے کراچی سے direct لے جائیں اور dumping کریں تو کچھ لوگوں کو تو فائدہ ہو جائے گا۔

سید نوید قمر: شکریہ، اس کی پالیسی یہ ہے کہ کیونکہ پسنی officially بند ہو چکا ہے تو پسنی کے نام پر پٹرول لے کر dumping نہیں ہو رہی ہے۔ اگر کچھ dumping ہو رہی ہے۔

I am not denying it، may be، it is being done. We will look further into it as to what methodology is being used. But at the end of the day if we increase the equalization then the consumers would suffer. So، I don't think کہ کسی ایک یا دو آفیسرز کی بجائے ایک یا دو پرائیویٹ سیکٹر کے لوگوں کو ہم ایک legal کام کرنے دیں تو اس سے کسی کو فائدہ ہوگا۔ We need to control whatever is being done.

Mr. Presiding Officer: Question No.82 Hafiz Abdul Rashid Sahib.

(Question No.82).

Mr. Presiding Officer: Any supplementary question?

Senator Hafiz Abdul Rashid: No، sir.

Mr. Presiding Officer: Question Hour is over. Leave Applications.

Leave of Absence

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ڈاکٹر خالد محمود سومرو ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 27/28 اپریل کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مولانا محمد خان شیرانی نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ ۳۰ اپریل کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: چوہدری شجاعت حسین ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۲۴تا۲۹ اپریل کے لیے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیےانہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: محترمہ سیدہ صغری امام ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۲۸ اپریل کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: محترمہ رتنا بھگوان داس چاولہ نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۲۸اور ۳۰ اپریل کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب مشاہد اللہ خان نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۳۰ اپریل کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سید حامد سعید کاظمی نے اطلاع دی ہے کہ وہ صدر مملکت کے ہمراہ لیبیا کے دورے پر جا رہے ہیں اس لیے مورخہ ۳۰ اپریل سے ۴ مئی تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

Syed Naveed Qamar: Sir، if I just may be allowed to lay one paper. It is with your permission.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: پہلے آئٹم نمبر تین کرنے دیں۔ پھر میں آپ کو اجازت دے دیتا ہوں۔

Item 3. is that Ms. Hina Rabbani Khar ، Minister of State for Finance and Economic Affairs may move Item No.3.

Point of Order

Re: Embezzlement of billions of rupees and removal of all employees belonging to Sindh and Balochistan by the SECP.

سینیٹر ڈاکٹر کھٹو مل جیون: جناب چیئرمین! securities and exchange commission کی جو audit report lay down کی جا رہی ہے۔ تین دن سے یہ سارے اخبارات بھرے ہوئے ہیں کہ واپڈا کی طرح یہ سفید ہاتھی ہے اور پچھلی گورنمنٹ میں جو پرائم منسٹر تھے اس نے اور آفیسرز نے مل کر billions of rupees کا stock exchange میں فراڈ کیا تھا اور یہ جو 1997 کے ایکٹ کے تحت securities and exchange بنا ہے تو اس نے یہ رپورٹ Cabinet Division کے through President کو پیش کرنی ہوتی ہے اور پہلی بار یہ ہو رہا ہے۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ تین چار دن سے اخباروں میں مسلسل آ رہا ہے اور میں منسٹر صاحب کو یہ رپورٹ دیتا ہوں۔ اس میں جتنا provincial quota تھا specially Sindh and Balochistan کے سارے لوگ یہاں سے نکالے گئے ہیں تو اس کے لیے کوئی committee بنائی جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: یہ papers منسٹر صاحب کو دے دیں۔ He will look into that .

Syed Naveed Qamar: Sir، I just want to clarify as to what the honourable member is saying. Actually، SECP is a body of the government which comes under the scrutiny of

both the National Assembly and the Senate and they have been appearing before both these Committees over the last so many years and even now if there are complaints regarding this Commission that can be brought up in front of the Finance Committee of the Senate. And secondly، it is the requirement of the law that this report be laid on the Table of the House and not just presented to the President. Sir، if I may have the permission?

Mr. Presiding Officer: Yes، please.

Laying of Audit Report of the Securities and Exchange Commission of Pakistan.

Syed Naveed Qamar: Sir، I beg to lay before the Senate the statement of accounts of the Securities and Exchange Commission of Pakistan certified by the auditors and Auditors' report along with the Annual Report of the Commission for the year ended on the 30th June، 2008 as required under sub-Section (6) of section 25 of the Securities and Exchange Commission of Pakistan Act، 1997(act No. XLII of 1997).

Mr. Presiding Officer: The Report stands laid. Senator Bilour Sahib،on a point of order.

Point of Order

Re: Arrangements be made for payment of dues to the Government of NWFP by WAPDA.

Senator Ilyas Ahmad Bilour: Sir، I am grateful to Raja Sahib. I have requested him to stay for a while and he was kind enough to be here in the Senate. Sir، my point of order is that-

کہ پچھلی گورنمنٹ نے ایک ٹریبونل بنایا تھا حالانکہ ہم اس سے agree نہیں کرتے تھے لیکن اس ٹریبونل کے تحت جس کے head سپریم کورٹ کے چیف جسٹس (ر) اجمل میاں صاحب تھے انہوں نے جو بنایا تھا اس میں ۱۲۲ بلین واپڈا ان کے ذمے قرضہ نکلا تھا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ

انہوں نے کہا تھا کہ ۱۲ بلین روپے ہر سال وہ تنخواہوں میں ان کو hydel کی payment کی جائے اور ہر payment میں ۱۰٪ ہر سال بڑھایا جائے تو اس کے خلاف واپڈا stay order کے لیے چلا گیا تھا۔ اب کل ہمارے ایک منسٹر بابر صاحب نے کہا کہ چھ مہینے سے زیادہ stay order گورنمنٹ کے خلاف نہیں ہو سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ کب پختون خواہ پر رحم کھائیں گے، ہم تو پہلے مرے ہوئے ہیں، یہ کب stay order واپس لے کر ہمارے پیسے دیں گے۔ راجہ صاحب ہم آپ سے بڑی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں، آپ مہربانی کر کے ہمارے پیسے دیں تاکہ ہم اپنی development کر سکیں ہمارا حشر بھی بلوچستان کی طرح ہو رہا ہے۔ خدا کے لیے ہمارے اوپر کوئی رحم کھائیں۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی راجہ صاحب۔

جناب راجہ پرویز اشرف (وزیر برائے بجلی و پانی): جناب چیئرمین! the honourable member نے net hydel profit کی بات کی ہے۔ اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ واپڈا کی طرف سے بھی اور پختون خواہ کی طرف سے بھی ایک case ہے، دونوں کورٹ میں گئے ہوئے ہیں subjudice لیکن وزیر اعظم صاحب نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جس میں واپڈا کے لوگ بھی ہیں اور پختون خواہ کے بھی لوگ ہیں اور اس پر deliberations انہوں نے کرنی ہیں اور اس کے لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی یہ شدید خواہش ہے کہ یہ مسئلہ جلد حل ہو سکے اور مجھے یقین ہے کہ ہم اس کا حل نکال لیں گے۔ چیف جسٹس صاحب اس کمیٹی میں شامل ہیں اور آنریبل سینیٹر صاحب بھی جہاں تک مجھے یاد ہے اس میں تھے اور اس پر کام ہو رہا ہے اور انشاء اللہ تعالی We will come out with the solution.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر ایس ایم ظفر صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے Floor سینیٹر ایس ایم ظفر صاحب کو دیا ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور میں یہاں پیش کش کرتا ہوں کہ واپڈا عدالت سے اپنا stay واپس لے لے اور پختونخواہ کی حکومت سپریم کورٹ سے اپنا کیس واپس لے لے گی اور پھر مصالحتی ٹریبونل کے فیصلہ پر عمل ہو۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر ایس ایم ظفر صاحب۔

Point of Order

Eurosia Group Report; Fat Tail Syndrome

Senator S. M. Zafar: Thank you، Mr. Chairman! As you know we are passing through a very difficult time. Recently a report has come from a Eurasia Group which I am sure you might have read. I have got the full report with me in my hand. They are talking of، and I quote ”Fat Tail Syndrome‟، which means the global crises، particularly the financial crisis converge toward the tail end get countries and get fattened there. So fattened by the crisis the tail end countries are likely to suffer political upheavals. When the crises fatten at the end in those countries، they are likely to suffer political upheavals، including take over by the armed forces or coup de etat or chaos in many countries. They have enlisted number of countries particularly ten on the top and among those ten، Pakistan is number one. Other countries are Russia، Ukraine، Mexico، Nigeria and many others. As I said، Pakistan is at number one and they have said the likelihood of the upheavals in this part of the world on account of the Fat Tail Syndrome is 30%. And the reasons given by them are; I would like to put it before the House، I am quoting it very briefly ”The Global Economic Crisis‟ proves too much to handle for the political leadership in Pakistan‟. I repeat sir، ”The global economic crisis proves too much to handle for the political leadership in Pakistan‟. And then I omit a few paragraphs، ”The government led by Pakistan Peoples Party is forced to implement unpopular fiscal and economic policies that intensify politics. The opposition، Pakistan Muslim League، Nawaz (PML-N) sees the economic crisis as an opportunity to increase pressure on the Government as popular opinion turns against the Pakistan Peoples Party. At the same time، extremists continue to spread their influence beyond the tribal areas and North West Frontier Province، tension

increases over the next few months. Then it goes on to say "The new Army Chief of the Staff، General Ashfaque Kayani has sought to distance the military from politics but the political crisis mentioned above can lead to something different". I am omitting some more and I am now coming to the point which is that this is an analysis which I hope all the members would read. It is a serious issue and I plead to the political parties and their leaders particularly to see the report، analyze its effects and see if the Fat Tail Syndrome actually hurts Pakistan. I am sure we can rebut the conclusion but Mr. Chairman، not by rhetoric but by deeds. As I mentioned last time، everything else is important، Constitution is important، Charter of Democracy is important but security is much more important. And I mentioned that we need the Charter of Security. I request on account of this particular report raising on this point of order. Our leaders please take note of the situation prevailing and we get the point. We must get together، cooperate with each other، put country first، leave our ambitions behind and work together for our country. Thank you very much sir.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : بخاری صاحب ! آپ اس پر کچھ بولنا چاہیں گے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا ! اب جناب صدر پاکستان، آصف علی زرداری کے خطاب پر بحث ہونی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : ابھی ہم نے کچھ points of order لینے ہیں اور یہ next agenda ہے۔ پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : اگر ہم نے points of order لینے شروع کر دیے تو تمام بحث رہ جائے گی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : پروفیسر ابراہیم صاحب۔

Point of Order

I) Seizure of Islamic Investment Bank.

II) Payment of salaries to the Senate Employees.

III) Regularization of employees of the N.A.

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے۔ میں آپ کے صرف دو منٹ لوں گا۔ چند مسائل ہیں۔ ایک یہ ہے کہ Islamic Investment Bank، F-7، Markaz Islamabad، کو NAB نے جون 2005 میں اپنی تحویل میں لیا ہے اور اس وقت سے اس کے سب اثاثے منجمد ہیں۔ یہاں غریب لوگوں کا پیسہ بھی پھنسا ہوا ہے۔ اس میں سپریم کورٹ کے بھی 500 million رکھے گئے تھے۔ NAB کے ذریعے ایک سو ملین روپے کی جو recovery ہوئی ہے' وہ سارا پیسہ سپریم کورٹ کے پاس گیا جب کہ غریب لوگ چیخ رہے ہیں اور جون 2005 سے ان کے سارے اکاؤنٹ بند ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ درخواست کرنا چاہوں گا کہ وہ اس مسئلے کو لے اور وہاں غریب لوگوں کا جو پیسہ پھنسا ہوا ہے' اسے واگزار کرانے میں اپنا کردار ادا کرے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے جو یہاں میرے فاضل دوست ظفر علی شاہ صاحب نے اٹھایا تھا کہ سینیٹ کے کچھ ملازمین کو کئی ماہ کی تنخواہ نہیں ملی۔ معزز چیئرمین صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ انہیں تنخواہ دے دی جائے گی۔ اس کی مجھے امید ہے کہ یہ دی دے جائے گی۔ شاہ صاحب نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ انہیں مستقل کیا جائے۔ شاہ صاحب نے یہ بات کہی تھی کہ اس وقت جو ہمارے وزیر اعظم ہیں' وہ جب سپیکر تھے تو انہیں کچھ ملازمین کو بھرتی کرنے کے الزام میں جیل میں ڈالا گیا تھا جو کہ ایک ظلم تھا اور زیادتی تھی اور ان ملازمین کے بارے میں' میری یہ درخواست ہو گی کہ as per rules ان کو مستقل کیا جائے۔

جناب چیئرمین! آخری بات یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اسلام آباد کے سیکٹر G-11 میں کئی روز سے پانی بند ہے اور وہاں water tankers کے ذریعے پانی مہیا کیا جا رہا ہے اور نلکوں سے پانی نہیں آ رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہاں کے عوام کا پانی فی الفور جاری کر دیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بخاری صاحب! آپ اس مسئلے کو check کر لیجیئے گا۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! Point of Oder.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: چوہدری شجاعت کو میں Floor دینا چاہتا ہوں۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! ایس ایم ظفر صاحب نے جس امر کی نشاندہی کی ہے' میرا خیال ہے کہ اس سے زیادہ کوئی اہم موضوع نہیں ہے کہ جس پر بات ہو سکے لیکن افسوس کہ حکومت کی طرف سے کوئی وزیر نہیں بیٹھا ہوا ہے اور جو وزیر بیٹھے ہوئے تھے' وہ بھی چلے

گئے ہیں۔ اس لیے اس کا جواب کون دے گا۔ جو ظفر صاحب نے رپورٹ پیش کی ہے' اس کے متعلق کچھ کہا جائے کیونکہ پاکستان ہے تو ہم سب ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میرا خیال ہے کہ وہ پہلے اس رپورٹ کی study کرلیں تو پھر جواب دیں گے۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری (قائد حزب اقتدار): جناب والا! مجھے تو جواب دینے کا موقع ہی نہیں ملا ہے۔ میں نے تو request کی تھی لیکن چوہدری صاحب پہلے ہی معترض ہوگئے ہیں۔ جناب والا! The real issue is appreciated. ایس ایم ظفر صاحب نے جو رپورٹ پڑھی ہے اور اس پر concerns show کئے ہیں اور پھر جو انہوں نے کہا کہ all political forces and all political leadership should get together، یہ جو مسائل ہیں' ان کو بیٹھ کر ہم سب مل کر حل کریں۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے تو Constitution کی politics کی ہے۔ We never went for the confrontation and do not want polarization in our country and we welcome it. کہ تمام political forces should get together. جو crises ہیں ان کا متحد ہو کر مقابلہ کریں۔ We appreciate what has been said by S.M. Zafar also.

(Interruption)

Mr. Presiding Officer: I will just continue on the agenda. Please، no more points of order.

مجھے چھ' سات ہاتھ نظر آرہے ہیں۔ Sorry، I can not take them. Now، I will take up item No. 4 on the agenda.

سینیٹر وسیم سجاد (قائد حزب اختلاف): جناب والا! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

Mr. Presiding Officer: Item No. 4.

سینیٹر وسیم سجاد: جناب ولا! میں بات کرنا چاہ رہا ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اچھا! آپ بات کرلیں۔ Leader of the Opposition بات کرنا چاہ رہے ہیں and after that there will be no more points of order. پھر I think، we should move on the agenda items.

Senator Wasim Sajjad: Sir، the point raised by Mr. S. M. Zafar، I think، it is a very serious matter and I think that time should be fixed so that this matter can be discussed. Once the debate on the President is over، time should be fixed so that we can discuss in detail and……

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! میری گزارش ہے کہ یہاں وزیر داخلہ ہے اور نہ وزیر مملکت برائے داخلہ ہے۔ کل بھی کراچی جل رہا تھا۔ شعلوں کی لپیٹ میں تھا، اس بارے میں، میں نے عرض کیا تھا۔ جناب والا! اس کا جواب کون دے گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں جناب سے درخواست کروں گا کہ جب یہ debate ختم ہو جائے تو اس کے بعد اس پر discussion کروا لیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: اس وقت لوگ کراچی میں مر رہے ہیں اور آپ انہیں وقت دے رہے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ضرور کر لیں گے۔

سینیٹر وسیم سجاد: دوسری بات یہ ہے کہ جو reconciliation کی بات ہے، وہ بہت اچھی بات ہے، یہ ہونی چاہیے لیکن کل جو کچھ ہوا، وہ تمام reconciliation کی نفی ہے جس کا ذکر میں نے پہلے کیا۔

Mr. Presiding Officer: Now، we will take up item No. 4. It has already been moved by Syed Nayyer Hussain Bokhari، Leader of the House on 21st April regarding further discussion on the President's Address. I will now give the Floor to Senator Mandokhel to speak on the Presidential Address. Mandokhel Sahib، please.

مندوخیل صاحب! Please آپ Floor لے لیں۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے اوروں کو بھی موقع دیا ہے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: آپ انہیں ٹائم دے دیں۔ اس کے بعد میں بول لوں گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: چلیے مندوخیل صاحب آپ کو اپنی turn دے رہیں تو آپ بول لیجیے۔اس کے بعد I will move directly to Mandokhel sahib on the Presidential Address.جی' راجہ صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: جناب چیئرمین! جس serious situation کی طرف جناب سینیٹر ایس ایم ظفر صاحب نے توجہ دلائی ہے' اس کی سنگینی کے بارے میں دو رائے نہیں ہیں۔ ہم Presidential Address پر بات تو کر رہے ہیں لیکن ملک کے حالات روز بروز خراب ہو رہے ہیں۔ کراچی کے حالات کو دو ہفتوں سے ایسے طریقے سے خراب کیا جارہا ہے۔ کیونکہ کراچی پاکستان کا financial capital بھی ہے' وہ پاکستان کی بندرگاہ بھی ہے' پاکستان میں اس کی اہمیت بھی ہے تو اس لحاظ سے کوئی یہ کہے گا کہ بیرونی ہاتھ ہے۔ کوئی کہے گا کہ داخلی غلط پالیسیاں ہیں۔ کوئی کہے گا کہ وہاں کی صوبائی حکومت کی کامیابی یا ناکامی ہے۔آپ کچھ بھی کہہ سکتے ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں زندگی مفلوج ہو گئی ہے۔ بالخصوص گزشتہ دو دن کے واقعات' جن کے بارے میں یہ لکھا ہوا تھا اور ٹیلی ویژن چینلز بتا رہے تھے کہ پولیس وہاں تماشائی بنی ہوئی ہے۔ کل شام کو وہاں کے چیف منسٹر صاحب نے کہا کہ میں پولیس کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی مکمل کارروائی کرے اور لوگوں کو protection دے۔اب وہ کتنی protection دے سکے گی' کتنی نہیں؟ لیکن آپ نے وہ بیان بھی سنا ہو گا جو امریکہ کے ایڈمرل مولن نے کہا ہے۔اس نے یہ کہا ہے کہ پاکستان کی سیاسی قیادت فیل ہو چکی ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ انہوں نے کس نیت سے بیان دیا لیکن ہمیں تو یہ ضرور سوچنا ہے کہ اگر دنیا بھر میں ایک ایسا ماحول قائم کیا جارہا ہے کہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ جمہوریت فیل ہو رہی ہے' پاکستان کی سیاسی قیادت فیل ہو رہی ہے تو پھر ہمارا کیا فرض بنتا ہے؟ انہی چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میاں نواز شریف صاحب نے پرائم منسٹر صاحب کو خط لکھا تھا کہ ان حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک آل پارٹی کانفرنس بلائی جائے اور وہ کانفرنس پوری قوم کی آواز ہو۔ جس میں نہ صرف پارلیمنٹ میں موجود جماعتیں بلکہ جن جماعتوں نے الیکشن میں حصہ نہیں لیا' ان کو بھی شامل کیا جائے اور پوری دنیا کو یہ بتایا جائے کہ ہم اس نظام کو بچانے کے لیے' جو ایک طویل عرصے کے بعد ہمیں ملا ہے' اس میں سنجیدہ ہیں۔ ملک کے حالات کو بہتر کرنے میں ہم سنجیدہ ہیں لیکن اس طرف ابھی کوئی توجہ ہی نہیں دی گئی۔ خیال تو یہ تھا کہ اس تجویز کے چوبیس گھنٹوں کے اندر ایک کانفرنس کو بلانے کا اعلان کر دیا جاتا اور پرائم منسٹر صاحب کا ابتدائی response بڑا positive تھا لیکن خدا معلوم کیا ہو گیا کہ ابھی اس پر کوئی توجہ ہی نہیں ہے اور حالات دن بدن خراب ہو رہے ہیں۔ بلوچستان کے گورنر صاحب کا بیان جس کے بارے میں جمال لغاری صاحب نے کل ایوان کی توجہ مبذول کرائی تھی' اس کو دیکھتے ہیں۔ سوات کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے' جو کچھ ہونے لگا ہے' اس کو دیکھتے ہیں۔ کراچی میں جو کچھ ہو رہا ہے' اس کو دیکھتے ہیں۔ خود اسلام آباد ایک قلعہ بنا ہوا ہے۔ جگہ جگہ پر آپ کو barriers لگے نظر آتے ہیں۔ یہ حالات کیا indicate نہیں کرتے کہ ہمیں باقی چیزوں کو ثانوی حیثیت دے کر اس طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مندوخیل صاحب! آپ please floor لے لیں۔اٹھارہ بیس منٹ میں آپ wind up کیجیے گا۔

(مداخلت)

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ حالات اس گورنمنٹ کے دور میں پیدا کیے گئے یا ان کو اپنی گورنمنٹ میں پیدا کیے گئے۔اکبر خان بگٹی کا قتل پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ میں ہوا پچھلی گورنمنٹ میں ہوا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: پلیز آپ بیٹھ جائیں۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: تمام ترخرابیوں کی ذمہ دار پاکستان مسلم لیگ (ق) اور ان کا مائی باپ جنرل مشرف ہے جناب۔ He should know it.

جناب پریذائیونگ آفیسر: مندوخیل صاحب آپ continue کریں۔بلوچ صاحب پلیز آپ بیٹھ جائیں۔ نیئر بخاری صاحب! پلیز بلوچ صاحب سے کہیں کہ بیٹھ جائیں۔جی آپ continue کریں۔

(مداخلت)

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: آپ مہربانی کریں۔جناب چیئرمین! بہرصورت۔۔۔

Discussion on the Presidential Address

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی۔میں نے تو آپ سے کہا ہے کہ آپ تقریر continue کریں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ اس وقت آصف علی زرداری صاحب کی ۲۸ مارچ کو پارلیمنٹ میں کی گئی تقریر کے بارے میں بات ہو رہی ہے اور آج اس سیشن کا آخری دن ہے تو اس حوالے سے اگر ہم ٹائم بچا سکیں تو بہتر ہو گا۔ جناب والا! جمہوریت کے حوالے سے ہمارے ملک کی جو تاریخ ہے، وہ مسلسل مارشل لاء اور آمریت کی تاریخ ہے اور بڑی مشکل سے ہماری پارٹیاں اس نتیجے پر پہنچیں۔انہوں نے لندن میں آل پارٹیز کانفرنس بلائی اور اس پر اتفاق کیا کہ ہم ملک میں آئندہ کے لیے آمریت، فوج یا جاسوسی اداروں کو موقع نہیں دیں گے کہ وہ سیاسی اقتدار میں شریک ہوں یا سیاست میں بااختیار ہوں۔پھر مختلف مرحلے آئے۔جناب والا! تین نومبر ۲۰۰۷ء کو جنرل مشرف نے دوسرا مارشل لاء نافذ کیا اور عدلیہ کو گرفتار کر لیا لیکن پارٹیوں نے ہمت کی، جدوجہد کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار انہیں ۱۸ فروری

کے انتخابات کرانے پڑے اور اس کا نتیجہ ہوا کہ عوام نے ملک میں آمریت کے مقابلے میں' آمریت کی پالیسیوں کے مقابلے میں جمہوریت کی حمایت میں ووٹ دیا اور آج جو ہمارا نظام بن رہا ہے' وہ ہے منتخب جمہوری حکومت۔ اس منتخب جمہوری حکومت کے اگرچہ مختلف مسائل ہیں لیکن مجموعی طور پر منتخب جمہوری حکومت کے صدر نے دو بار مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا ہے۔ انہوں نے دوسری بار ۲۸ مارچ کو جو خطاب کیا ہے' اس پر ہم اپنا نقطہ نظر دیں گے۔

جناب والا! اس میں انہوں نے بہت سی چیزوں کی طرف بڑی اچھی طرح نشاندہی کی ہے کہ اس وقت ایک پہلو یہ ہے کہ پارلیمنٹ sovereign ہے۔ آئین sovereign ہے۔ اس کے لیے کام کرنا ہے اور دیگر مسائل کی بھی نشاندہی کی ہے۔ ان مسائل میں دہشت گردی' انتہا پسندی' عسکریت پسندی کا خاتمہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ وفاقی یونٹوں کے زخموں پر مرہم رکھنا ہے۔ ان مسائل کا علاج کرنا ہے۔ اسی طرح معاشی infrastructure of development بنانا ہے۔ اس کے ساتھ مجموعی طور پر سترہویں ترمیم اور 58 (2) b کا خاتمہ۔ ان کی تقریر میں یہ دو بنیادی چیزیں ہیں۔ اس کے حوالے سے میں اتنا عرض کروں گا کہ ایک سال گزر گیا ہے۔ سترہویں ترمیم اور 58 (2) b کا اس سے پہلے ہی خاتمہ ہو جانا چاہیے تھا لیکن ایک طرح سے ہم نے وہ وقت ضائع کر دیا ہے لیکن اب بھی یہ موقع ہے کہ ہم یہ انتظام کریں کہ یہ ترامیم ہو جائیں۔ اس کے ساتھ جناب والا! جو اہم مسئلہ ہے وہ صوبائی خود مختاری کا ہے۔ صوبوں کے اختیارات کا ہے۔ صوبوں کے اپنے وسائل کا ہے۔ میں ان کو کہوں گا کہ یہاں قومیتوں کے' ان کے اپنے وسائل کی ملکیت کا مسئلہ جو ہمارے ملک کے آئین کا اہم مسئلہ ہے اور ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔ اس میں ہم ایک دوسرے پر اگر انگلیاں اٹھائیں کہ مثلاً پشتون کو exploit کیا گیا ہے یا بلوچ کو exploit کیا گیا ہے یا دوسرا صوبہ جو ہے' وہ ہم سے زیادہ ترقی کر گیا ہے' اب ان مسائل میں اس وقت نہیں پڑنا چاہیے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہماری پشتونوں کی پسماندگی کا بنیادی سبب استحصال ہے' ہمارے اپنے وسائل کے اختیارات ہمیں نہیں ہیں۔ یہ ہمارے دوست اکثر پانی کے حوالے سے کہتے ہیں' میں اس کی صرف نشاندہی کروں گا کہ 1991 کے پانی کے accord میں ہمارے صوبے پشتونخواہ کے لیے وہ کہتے ہیں کہ ایک ملین ایکڑ فٹ پانی ضائع ہو رہا ہے کیونکہ canals نہیں ہیں۔ ہم تو یہ مانتے ہی نہیں ہیں 1991 کے accord کو جو joint session of Parliament میں پیش ہی نہیں کیا گیا تھا اور اس میں ہمارے پشتونوں کے خیر آباد کے پل سے جو پانی باہر نکل رہا ہے جناب والا! وہ 93 ملین ایکڑ فٹ پانی ہے لیکن ہمیں جو دیا گیا ہے' وہ 8% ہے۔ آٹھ ملین ایکڑ فٹ پانی کے لیے بھی انتظام نہیں ہے جیسے کہ وہ چشمہ کے حوالے سے جو اس کی canals ہیں' جو سالہا سال' ابھی تک چند ہزار کیوسک پانی نہیں دے سکا۔ اس طرح ہمارے مختلف وسائل مثلاً ابھی پشتون علاقے سے کوئٹہ تک کے پہاڑ کوئلے سے بھرے ہوئے ہیں لیکن اس کے بارے میں' آج تک کوئی پلان نہیں بنایا گیا کہ اس کے تحت ہم اس سے بجلی generate کر سکیں یعنی مٹی کے نرخ پر ہمارے ملین' ملین ٹن

کوئلہ ضائع جارہا ہے۔ اسی طرح بلوچوں کی گیس کا یعنی آپ خود اندازہ لگائیں کہ جو اتنی بڑی دولت کا مالک ہو اور اتنی غربت ہو تو اس طرح بنیادی طور پر یہ اہم مسئلہ ہے صوبوں کے اختیارات کا' صوبوں کے وسائل کی ملکیت کا' صوبوں کے اپنے آپ پر حاکمیت کا اور پھر مل کر پاکستان کے مشترک وفاق' اس میں بھی یعنی اس کی شراکت۔ ابھی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ Senate، House یعنی اگرچہ یہ وفاقی یونٹوں کا نمائندہ ہے لیکن اس کو آئین کے حوالے سے اختیارات نہیں ہیں۔ وزیر اعظم کے confidence کا ووٹ' وزیر اعظم کے no confidence کا ووٹ' money bill کوئی سینیٹ کے اختیارات میں نہیں ہے۔ تو جناب والا! ہمارے ملک کے جو اہم مسائل ہیں' ان مسائل میں صوبائی خود مختاری کا اہم مسئلہ ہے۔ جناب صدر نے جو حوالہ دیا ہے' اس میں واضح طور پر جمہوریت کے بارے میں کم از کم انہوں نے یہ اعلان کیا ہے' انہوں نے یہ مانا ہے کہ ہم نے یہ مسائل جمہوریت کے حوالے سے حل کرنے ہیں' یہ مسائل وفاق کے حوالے سے حل کرنے ہیں اور اسی کے لیے یہ جو کمیٹی ہے' وہ کمیٹی جناب والا! جو بن رہی ہے' جس پر یہاں rules کے مطابق اس کا جو motion تھا' اس کے پیش کرنے کے حوالے سے آج بات ہوئی لیکن اب جو ہے جناب والا! یہ پارلیمنٹری کمیٹی جس میں تمام پارٹیوں کی نمائندگی ہونی چاہیے اور میں تو یہ کہوں گا کہ پارلیمنٹری کمیٹی کے علاوہ بھی یعنی جیسا کہ راجہ صاحب نے فرمایا یعنی ابھی اس پر وزیر اعظم صاحب نے بھی بات کی ہے کہ ایک گول میز کانفرنس پارٹیوں کی' جس میں تمام مسائل کو لیا جائے اور بالخصوص آئینی' سیاسی جو مسائل ہیں' ان مسائل کو لیا جائے اور حل کیا جائے یعنی اس کے بارے میں ہم یہ عرض کریں گے کہ جناب! آج کوئی رکاوٹ نہیں ہے' آج کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے جو چیلنج کرے پارلیمنٹ کے اختیار کو۔ کم از کم بظاہر کوئی ایسی رکاوٹ نہیں ڈال رہا ہے' نہ ڈال سکتا ہے کیونکہ تمام عوام نے آمریت کے خلاف ووٹ دیا ہے لیکن اس کے باوجود اس میں کافی وقت گزر گیا ہے اور یہ دوسرے مسائل ساتھ ہی پیدا ہوئے ہیں۔ یہ دہشت گردی کا مسئلہ جناب والا! اس میں تو ہم دنیا کو جو بھی کہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم request کریں گے اپنے ملک کی پارلیمنٹ سے بھی' برسر اقتدار پارٹیوں سے بھی کہ آپ مہربانی کریں' حقیقت کو تسلیم کریں۔ اپنے طور پر اپنے گھر میں۔ جناب والا! بالکل انتہا پسندی' دہشت گردی ہمارے گھر میں پالی گئی ہے اور اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہمارے اپنے تمام ملک کے عوام کو hostage بنایا گیا ہے' ہمارے عوام بالکل یرغمال ہیں۔ وہ کہتے ہیں یا تو ہمیں موقع دو کہ یا تو ہمیں اقتدار ملے' ان کے جو بھی نظریات ہیں یا نہیں ہیں' آپ ان کو جو بھی کہیں ورنہ ہم لوگوں کو ماریں گے' ہم لوگوں کو قتل کریں گے' ہم suicide bombing کریں گے لہٰذا تمام ملک اس وقت یرغمال ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: اور جناب والا! اس میں یہ جہازوں کا مسئلہ' فلاں طرف سے حملہ ہو رہا ہے' واقعی ہمیں اپنی sovereignty کا دفاع کرنا ہے لیکن ہماری sovereignty کا دفاع کیسے ہو گا جب ہمارے گھر میں ایسے لوگ ہوں جو کسی اور پر حملہ کریں

گے۔ جب وہ حملہ کریں گے تو جوابی حملہ ہو گا یعنی اس پر منحصر نہیں ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا international law ہے لیکن آپ سمجھیں international law نہیں ہے تو پھر کوئی شخص جس کے گھر پر حملہ ہو گا' وہ اپنے گھر کے دفاع میں ضرور جوابی حملہ کرے گا۔ اب یہ صورتحال ہے جناب والا! آپ لیں سوات تک' سوات سے بونیر یہاں اکثر لوگ کہتے ہیں بلکہ وہ FCR کا نمائندہ بھی کہتا ہے کہ جی فاصلوں پر بات نہیں ہوتی' ساٹھ میل کوئی پر وہ ہوں لیکن وہ capacity تو ختم ہوتی ہے جب آپ شل ہو جاتے ہیں یعنی وہ آ رہے ہیں بیوچار میں ہیں اور پھر بیوچار سے وہ مینگورہ میں ہیں اور پھر مینگورہ سے بونیر میں ہے اور پھر safe conduct، safe passage انہیں ملتا ہے واپس جائیں۔ جب ان پر مشکل آتی ہے پھر لوگ نکل آتے ہیں' کوئی جرگہ کرتا ہے کوئی کیا کرتا ہے اور لوگ نکل آتے ہیں کہ جی بس امن ہو گیا' بات ہو گئی۔ کون سی بات ہوئی ہے؟ یہ تمام agreements آپ پڑھیں' کسی agreement کو یہاں ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ یہ امریکا کو پسند نہیں ہے ورنہ ہمارا agreement تو بہت اچھا تھا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! جب آپ کا agreement بہت اچھا ہے تو یہ خارجی عناصر جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' یہ کیسے بیٹھے ہوئے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ agreement ایسے کرتے ہیں کہ آپ کو مکمل اجازت ہے کہ یہاں آپ جو کچھ کرنا چاہیں پاکستان میں' جو کچھ کرنا چاہیں' افغانستان میں' آپ کریں' ہم کچھ نہیں کہیں گے' یہ agreement ہو جاتے ہیں اور بظاہر امن ہوتا ہے لیکن یہ تو agreement نہیں ہے' یہ ابھی امن والا جو عدل کا regulation ہے' ہم عدل regulation کو مانتے ہیں' اس پر عمل کرو لیکن کیا اس سے امن بھی ہو گا۔ کیا وہ لوگ اسلحہ رکھیں گے؟ کیا وہ لوگ disarm ہوں گے؟ بونیر کا آپ سمجھیں کہ ایک ایک گھر کو انہوں نے لوٹ لیا ہے۔ تمام سرکاری دفاتر کو لوٹ لیا ہے۔ گاڑیوں کو لوٹ لیا اور اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ عدل ،regulation عدل ریگولیشن تو آ گیا ہے اس کے technical مسئلوں کو چھوڑیں۔۔۔۔۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Please wind up کریں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! عرض یہ ہے کہ مجموعی طور پر ہمارے ملک کے politicians کو اور حکومت کو یہ ارادہ کرنا پڑے گا' عزم کرنا پڑے گا کہ انتہاء پسندی' دہشتگردی ہماری سرزمین پر نہیں ہو گی۔ پھر دنیا کا کوئی شخص' کوئی طاقت مداخلت نہیں کر سکتی۔ صدر صاحب نے تعلیم کی پالیسی' صحت کی پالیسی اور مکانات کے حوالے سے پالیسی کا ذکر کیا۔ جناب والا! میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ

صحت ، تعلیم ، روزگار بنیادی حق ہونا چاہیے ، یہ آئین میں fundamental rights ہیں۔ میں شہباز شریف صاحب کو appreciate کرتا ہوں کہ انہوں نے روٹی دو روپے کی کی۔ انہوں نے دس دن میں ہر قسم کی دوائی ہسپتالوں سے دینے کا اعلان کیا ہے۔ ہماری دوسری governments کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ تعلیم ،صحت اور روزگار کو بنیادی حق قرار دیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : شکریہ مندوخیل صاحب، please ختم کر دیں ، میں آپ کو ایک منٹ دیتا ہوں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا! بس میں آخر پر ہوں۔ ایک تو یہ کمیٹی باقاعدہ آئین میں اصلاحات کا اور صوبائی خود مختاری بڑھانے کا time of reference دے ، اس کے بارے میں ہمیں فیصلہ کرنا چاہیے۔ All parties conference میں فیصلے ہونے چاہییں اور اس میں آئینی ، معاشی ، سیاسی اور دیگر مسائل حل ہونے چاہییں۔

جناب والا! رہ گیا کراچی۔ ہم نے پورے ملک کو ان پنجوں سے بنایا ہے۔ لوگوں کو کراچی میں مارا جا رہا ہے۔ میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں لیکن آپ ٹائم نہیں دے رہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : میں ایسے ہی آپ کے گوش گزار کروں گا۔ اگر آپ آج "جنگ" اخبار کو پڑھیں کہ " کراچی میں فائرنگ کے بعد مختلف علاقوں کی دکانیں بند ہو گئیں اور ٹریفک معطل ہو گئی۔ شہر کے مختلف علاقوں میں موٹر سائیکلوں پر تخریب کار فائرنگ کر کے بیگناہ لوگوں کو نشانہ بناتے رہے۔ مختلف علاقوں میں گاڑیوں پر پتھراؤ ، لاقانونیت کا راج ، شہر میں خوف وہراس پھیل گیا جبکہ رینجر پولیس نے 25 افراد کو حراست میں لے لیا۔ جناب والا! ذرا یہ سنیں۔ تفصیلات کے مطابق نارتھ کراچی میں ، زرینہ کالونی میں صبح دو گروپوں میں فائرنگ کا سلسلہ شروع ہوا جس کے بعد دونوں جانب سے لوگ مورچہ بند ہو گئے اور ایک دوسرے پر جدید ہتھیاروں سے فائرنگ کرتے رہے۔ ذرا دیکھیں کن لوگوں کو مارا گیا ہے۔ نیو کراچی صنعتی ایریا میں مسلح افراد نے دو رکشوں کو روک کر ڈرائیوروں کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا ، ان کی لاشوں کو پولیس کارروائی کے لیے جناح ہسپتال لایا گیا۔ نارتھ ناظم آباد J-Block میں مکئی کے دانے فروخت کرنے والے نوجوان کو موٹر سائیکل سوار ملزمان نے فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا ، اسے ہسپتال لایا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لا کر دم توڑ گیا۔ سرجانی ٹاؤن میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے۔ ذرا آپ دیکھتے رہیں ، کون مر رہے ہیں ، کیوں مر رہے ہیں۔۔۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : میرا خیال ہے آپ speech ختم کریں اور دوسروں کو بھی موقع دیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا! مجھے موقع ملنا چاہیے کہ میں explain کر رہا ہوں اور relevant بات کر رہا ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ٹھیک ہے۔Points are well taken.

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: سر جانی ٹاؤن میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے وحیداللہ، سلیم خان اور پھل فروش زمرد خان کو زخمی کر دیا۔ مسلح افراد نے پھل فروشوں کی دو دکانوں کو نذر آتش کر دیا۔ سر سید ٹاؤن کے علاقے میں مسلح افراد نے فائرنگ کی جس سے ڈرائیور ہلاک ہو گیا اس کے بعد مسلح افراد نے اس گاڑی کو آگ لگا دی۔ اورنگی ٹاؤن میں نامعلوم افراد نے ہوائی فائرنگ کر کے خوف و ہراس پھیلا دیا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میرے خیال سے آپ لوگ please جا کر "جنگ" پڑھ لیجیے گا، اس میں complete news item ہو گی۔

(مداخلت)

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: محترمہ کو کیا ہے، وہ کس بات پر ناراض ہو رہی ہیں۔ لوگ مر رہے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مندوخیل صاحب! آپ کی تقریر کا بہت بہت شکریہ۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! اس وقت ہماری prestige کا معاملہ ہے، پختونوں کے خلاف ایک نسل پرستی کی ہوا ہے اور اس پر عمل ہو رہا ہے لیکن میں بتاتا چلوں کہ یہ ہر ایک کی بھول ہے۔ پختون اس سرزمین کے مالک ہیں، وہ پاکستان میں ایک چوتھائی سب سے زیادہ زرخیز زمین، پانی اور جنگلات کے مالک ہیں۔

(Thumping of desks)

جب آپ شریک ہوں گے تو پھر آپ کبھی پختونوں کو کبھی ہاتھ نہیں لگا سکیں گے اور اگر آپ اس کو قتل کرنا چاہیں گے تو-------

(مداخلت)

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ آپ مہربانی کریں اور یہ مسائل حل کریں۔ کل اجمیر کالونی میں پختونوں پر حملہ کیا گیا، وہ قتل ہوئے، انہوں نے دفاع کیا تو اس کے بعد رینجرز نے انہیں ہی گرفتار کر لیا۔ جناب والا! یہ ملک ہمارا ہے، ہمارا اسٹیٹ ہے، اس میں سیکورٹی کی ذمہ داری حکومت کی ہے ورنہ وہ پھر خود اپنا دفاع کریں گے اور اپنا انتظام کریں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت بہت شکریہ مندوخیل صاحب، بہت مہربانی، آپ وقت سے بہت زیادہ بول چکے ہیں، please بیٹھ جائیں آپ کو کافی وقت دے دیا گیا ہے۔ سینیٹر زاہد صاحب کا ایک point of order ہے۔ جی سینیٹر زاہد صاحب۔

Points of Order; Re: Target Killing of Pukhtoons in Sindh and the Punjab.

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ چیئرمین صاحب۔ جناب! اگر اس وقت مجھے ٹائم دیتے تو شاید مندوخیل صاحب اتنا نہ کہتے۔ میں نے یہ point کل raise کیا تھا اور کہا تھا کہ کراچی جل رہا ہے' وہاں پر پختونوں کو target کیا جا رہا ہے' اندورن سندھ میں ہو رہا ہے۔ میں نے کل پنجاب کا بھی ذکر کیا کہ وہاں پر بھی ہو رہا ہے' پنڈی ڈویژن کا بھی ذکر کیا تھا۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ Interior Minister صاحب آ کر دونوں Chief Ministers سے پوچھیں کہ کیا ہوا' ان کے خلاف cases درج ہوئے یا نہیں ہوئے' گرفتاریاں ہوئیں یا نہیں ہوئیں۔ وہ آ کر جواب دے دیتے تو مندوخیل صاحب کو آپ اتنا روکتے رہے وہ اتنی بات نہ کرتے۔ میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی تک کچھ نہیں ہوا اور کوئی بھی آ کر اس کا جواب تو دے کہ کیا ہوا۔ کل بھی کراچی جل رہا تھا' شعلوں میں تھا۔ یہ کب تک چلے گا؟ کوئی آ کر ہاؤس کو جواب تو دے۔ میں نے یہی عرض کرنا تھا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بخاری صاحب۔

سینیٹر نیئر حسین بخاری: کل honourable member of the cabinet نے statement دی تھی۔ Minister of Interior is proceeding abroad اور ہم نے Minister of State سے بھی رابطہ کیا۔ We are getting detail from the provinces. صوبہ سندھ سے اور گورنمنٹ سے بھی ہم details مانگ رہے ہیں اور even from the province of the Punjab also and as soon as we get these details، we will submit to the House.

Mr. Presiding Officer: We will revert back to the Presidential Address. Senator Khatak sahib.

سینیٹر حاجی غلام علی: جناب! میرا ایک point of order ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی بولیے حاجی صاحب۔

Point of Order: Re: Purchase of Wheat by the Provincial Governments.

سینیٹر حاجی غلام علی: جناب پریذائیڈنگ آفیسر بہت شکریہ۔ میرا point of order ہے کہ آج ملک میں گندم خریدنے کے لیے مالیاتی اداروں نے پنجاب حکومت کو 115 ارب روپے 2% پر منظور کیے ہیں۔ ہمارے صوبے میں پہلے ہی کافی flour mills industries بند پڑی ہوئی ہیں' اگر پنجاب حکومت کو گندم خریدنے کے لیے 2% پر پیسے release کیے جاتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ provincial government اور وہاں پر جو private sector میں industrialists ہیں ان کے لیے بھی اسی طرح 2% کی منظوری دی جائے تاکہ وہ

لوگ اپنی انڈسٹری چلانے کے لیے خود اپنے لیے گندم خریدیں اور اس طرح کا بحران نہ آئے۔ آپ دیکھیں کہ اگر پنجاب میں دو روپے کی روٹی ملتی ہے جبکہ دیگر صوبوں میں دس اور آٹھ روپے کی ملتی ہے تو یہی وجہ ہے کہ ہمارے صوبے میں لوگ 18% گندم خرید کر رکھ لیتے ہیں اور یہ 2% پر دے رہے ہیں، 16% تو اس کو ویسے ہی منافع ہے۔ میرے خیال میں یہ صوبوں کے ساتھ زیادتی ہے، وہاں کے industrialists کے ساتھ زیادتی ہے۔ میرا یہ مطالبہ ہوگا کہ سب کے لیے ایک پالیسی بنائی جائے اور خاص طور پر اس کو private sector میں دیا جائے کہ وہ اپنے لیے گندم خریدیں۔ اس وقت گندم کی فصل کاٹی جا رہی ہے تو زمینداروں کو بھی وقت پر پیسے ملیں گے اور ہر ایک اپنے اپنے حساب سے اسے store کر سکے گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : جی خٹک صاحب۔

<u>Further Discussion on the Presidential Address.</u>

سینیٹر افراسیاب خٹک : شکریہ جناب چیئرمین! جناب صدر مملکت نے جو تقریر کی میں سمجھتا ہوں کہ وہ آئینی ضروریات کے مطابق تھی اور پارلیمانی روایات کے مطابق بھی تھی اور اس بات کی علامت تھی کہ آمریت کا دور ختم ہو گیا ہے اور ایک نئے جمہوری نظام کی صبح طلوع ہو رہی ہے۔ اگرچہ یہ صبح بھی ابھی تک داغ داغ اجالے والی صبح ہے لیکن بہر حال آمریت سے بہت بہتر ہے۔ جناب صدر نے اپنی تقریر میں جو اہم باتیں کہی ہیں ان میں انہوں نے سترہویں ترمیم کے خاتمے کے لیے ایک کمیٹی بنانے کی تجویز دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ بہت اہم بات ہے اور اب گیند پارلیمنٹ کی کورٹ میں ہے۔ ہمیں جلد از جلد اس طرح کی کمیٹی بنانی چاہیے۔ ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ سترہویں ترمیم میں کچھ چیزوں کے علاوہ ایسی چیزیں ہیں جنہوں نے آئین کو مسخ کیا ہے، جس نے آمریت کو مضبوط کیا تھا۔ ہمیں ان چیزوں کو آئین سے نکالنا چاہیے۔

جناب صدر نے اسی طرح سے reconciliation کی بات کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ بڑی اہم بات ہے۔ جب بھی ملک میں فوجی آمریت آتی ہے، ایک محاذ آرائی کا مسئلہ شروع ہو جاتا ہے، بمباریاں ہوتی ہیں، فوجی اپریشن ہوتے ہیں، لڑائیاں ہوتی ہیں، خون بہتا ہے، اس کے بعد نفرتیں جنم لیتی ہیں تو reconciliation بہت اہم بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جناب صدر نے بہت اہم بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ البتہ اس میں یہ بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ بلوچستان کے حوالے سے انہوں نے خاص طور پر یہ بات کہی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ بلوچستان میں اب بھی اپریشن ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ اس دفعہ پھر بلوچستان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہاں پر غیر ملکی ہاتھ ہے اور فلاں عناصر ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ میں بڑے ادب کے ساتھ اس ایوان میں گزارش کرنا چاہوں گا اور حکومت کی خدمت میں بھی عرض کروں گا اور تمام سیاسی جماعتوں کی خدمت میں

کہ یہ ایک ٹریپ ہے' اس ٹریپ میں نہ آئیں۔ 1970 کی دہائی میں جب بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت کو توڑا گیا اور پختونخواہ میں ہماری حکومت نے استعفیٰ دیا اس وقت بھی کہا گیا کہ یہ غدار ہیں۔ حیدرآباد ٹریبونل میں ایک مقدمہ چلایا گیا۔

جناب چیئرمین! میں بھی ان ملزمان میں سے ایک تھا۔ وہاں پر کہا گیا کہ یہ لوگ غدار ہیں' ان پر مقدمہ چلانا چاہیے۔ بھٹو صاحب کے ساتھ ان کی سیاسی محاذ آرائی ہو گئی۔ جنوری 1977 میں جناب مفتی محمود صاحب' پروفیسر غفور صاحب اور نوابزادہ نصراللہ نے بھٹو صاحب سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ حیدرآباد ٹریبونل توڑ دیں۔ بھٹو صاحب نے کہا کہ یہ ٹریبونل میں توڑنا چاہتا ہوں لیکن فوج اس کی مخالفت کر رہی ہے۔ انہوں نے اس کو چیلنج کیا کہ فوج مخالفت نہیں کرے گی یہ آپ کہہ رہے ہیں تو بھٹو صاحب نے meeting میں فوج والوں کو بلایا۔ جنرل ضیاء الحق اس وقت چیف آف آرمی سٹاف تھے اور جنرل غلام جیلانی ڈی جی آئی ایس آئی تھے وہ لوگ meeting میں آئے اور جنرل ضیاء الحق نے acting کرتے ہوئے کہا کہ اچھا یہ مفتی صاحب جیسے اور پروفیسر غفور جیسے محب وطن لوگ ایسا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ تو غدار ہیں' ان کے بیرونی ملکوں کے ساتھ تعلقات ہیں' یہ پاکستان کو توڑنا چاہتے ہیں وغیرہ۔ جنرل غلام جیلانی نے projector پر کچھ چیزیں دکھائیں۔ جناب والا! یہ جنوری 1977 کی بات ہے۔ پانچ جولائی کو بھٹو صاحب کی حکومت کا تختہ الٹا گیا۔ اگست میں کراچی کے کور کمانڈر جنرل جہانزیب ارباب جیل میں آئے اور انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کی طبعیت کیسی ہے' ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ ستمبر میں خود جنرل ضیاء الحق جیل میں آئے اور ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہاتھ ملا کر کہا کہ میرے دل میں آپ کے لیے بہت احترام ہے' مجھے یقین ہے کہ آپ اسلامی اور جمہوری پاکستان کے لیے بہت اہم کردار ادا کریں گے اور اکتوبر میں ٹریبونل توڑ دیا گیا لیکن بھٹو صاحب کو اس لیے اجازت نہیں دی گئی کہ اس سے سیاسی محاذ آرائی ختم ہو جاتی اور مارشل لاء نہ لگتا۔

جناب والا! بلوچستان کا مسئلہ ہمارا داخلی مسئلہ ہے' میں کہتا ہوں کہ اس کو اس طرح label نہ کریں یہ ٹریپ ہے اور پیپلز پارٹی کی حکومت کو اس ٹریپ میں نہیں آنا چاہیے ورنہ یہی ہوگا۔ یہاں کوئی reelected coup makers نہیں ہیں' ہمیشہ they are waiting in a wing اس پر نہ جایئے گا کہ professional لوگ ہیں وہ یہ کام نہیں کرنا چاہتے وغیرہ۔ ہماری تاریخ ملاحظہ کیجئیے۔ اسی طرح جناب صدر نے کہا کہ ہم اپنی سرزمین کو کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال ہونے کے لیے نہیں دیں گے۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ ہماری پارلیمنٹ نے قرارداد پاس کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مذاکرات کے ذریعے مسئلے حل کیے جائیں گے' جس میں کہا گیا ہے کہ ملک کی خودمختاری کی حفاظت کی جائے گی اور جس میں کہا گیا ہے کہ ہماری سرزمین کسی اور کے خلاف استعمال نہ ہو۔ اس قرارداد کا مسئلہ یہ ہے کہ اکثر پارٹیاں اپنی پسند کی چیز اس سے

اٹھا لیتی ہیں اور باقی قرارداد کو بھول جاتی ہیں۔اس میں ہم کہتے ہیں کہ خود مختاری کی حفاظت ہونی چاہیے' اقتدار اعلیٰ کی حفاظت ہونی چاہیے لیکن ساتھ میں ہماری سرزمین کو کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال نہیں ہونا چاہیے۔

جناب والا! میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں صورت حال بڑی گھمبیر ہے' ہمارے ہاں ایسے militants یا ایسے جنگجو لوگوں کے اڈے ہیں جو نہ صرف دوسرے ملکوں میں جا کر لڑتے ہیں بلکہ خود ہمارے ملک میں وہ لڑتے ہیں۔ میں اس ایوان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے فاٹا میں اپنی ایک ریاست بنائی ہے' وہاں پر ایک مکمل حکومت ہے اور یہ حکومت ہمارے صوبے پر حملہ آور ہے۔ ہمارے صوبے کے مختلف اضلاع پر یہ حکومت حملہ آور ہے۔اور جب میں کہتا ہوں کہ وہاں پر اس طرح کی حکومت قائم ہے تو میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ فاٹا کے عوام کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔فاٹا کے عوام شکار ہیںvictims ہیں' ان کو یرغمال بنایا گیا ہے۔

جناب والا! میں بتانا چاہتا ہوں کہ سوات کے بارے میں بات ہوتی ہے۔ میں اس ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ سوات میں بھی مداخلت اسی عمارت کی ہے جو فاٹا میں بنی ہے۔ کیوں انہوں نے سوات کو چُنا ہے۔مثلاً وہ ٹانک میں آسانی سے آ سکتے تھے' بنوں پر وہ آسانی سے قبضہ کر سکتے تھے کیوں انہوں نے سوات کا انتخاب کیا ہے۔اس کی چار وجوہات ہیں۔پہلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسے ضلع کو چُنا ہے جو ان کے مرکز وزیرستان سے دور ہے۔اگر وہ بنوں میں کارروائی کرتے تو پاکستان کی حکومت پر pressure ہوتا کہ وہ وزیرستان کے خلاف کارروائی کرے۔اس لیے انہوں نے ایک ایسے ضلع کا انتخاب کیا جو بظاہر ان سے دور ہے۔ جناب والا! دوسری وجہ یہ ہے کہ سوات افغانستان کے صوبے کُنڑ اور کشمیر کے درمیان لڑنے والوں کے لیے strategic transit ہے۔آپ نقشہ اٹھا کر دیکھ لیں سوات شانگلہ' مانسہرہ' کشمیر ایک طرف اور دوسری طرف سوات' دیر' کنڑ یہ لڑنے والے وہاں سے یہاں اور یہاں سے وہاں جاتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ سوات میں والی سوات کی مطلق العنان جاگیردارانہ حکومت تھی جس نے وہاں قبائلی نظام کو ختم کیا' جرگہ ختم کیا۔ یہ لوگ جو autocratic state بنانا چاہتے ہیں' مطلق العنان ریاست بنانا چاہتے ہیں اس کے لیے سوات socially زیادہ conducive ہے' اس میں زیادہ امکان ہے کہ وہاں پر ان کی حکومت چل سکے گی۔ جناب والا! چوتھی وجہ یہ ہے کہ 1994 میں سوات میں جو uprise ہوا تھا نظام عدل کے نام پر یہ لوگ اس precedent کو استعمال کرنا چاہتے ہیں اس لیے انہوں نے سوات کا انتخاب کیا ہے لیکن force وہی ہے۔اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نظام عدل کے بارے میں اس ایوان میں بڑی بحث ہوئی ہے۔ مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکثر فاضل اراکین کو اس کا پتا نہیں کہ وہ کیا ہے لیکن اس کے بارے میں تنقید ہوتی رہی۔ یہاں پر ہمارے کچھ دوستوں نے کہا کہ اس سے طالبانائزیشن ہو جائے گی۔

جناب والا! 1994 میں جب یہ Regulation پہلی بار آیا تو اس علاقے میں طالبان کا نام و نشان نہیں تھا۔ یہ اس علاقے کی تاریخ ہے یہاں پر لوگ نظام عدل کا مطالبہ کرتے رہے ہیں، اس لیے ہمیں اس کا احترام کرنا ہے اور وہ ہم کر رہے ہیں لیکن ایسا نظر آ رہا ہے کہ یہ لوگ باز نہیں آئیں گے، اس کے بعد بھی باز نہیں آئیں گے لیکن یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم نظام عدل نافذ کریں اور یہ ہم انشاء اللہ کر کے رہیں گے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ صوبائی حکومت نظام عدل کو نافذ کر کے رہے گی اس کے بعد جو متوازی حکومت بنائے گا، ہم نے بتا دیا ہے کہ بونیر میں ہم نے کارروائی کی ہے، ہم نے دیر میں کارروائی کی ہے، ہم ہر اس جگہ کارروائی کریں گے جہاں صوبے کے اندر لوگ متوازی حکومت بنانے کی کوشش کریں گے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر افراسیاب خٹک: جناب والا! میں اس ایوان کے اندر بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے بزرگ دوستوں نے صبح یہاں کچھ نکات اٹھائے، بدقسمتی سے وہ یہاں ٹھہرے نہیں ہیں اور چلے گئے۔ میں بھی یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ دنیا پر نظر ڈالیں، دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ سیاسی جغرافیہ جو دنیا میں ہے یہ اس وقت سیاسی توازن ہوتا ہے forces کا اس کے مطابق سیاسی جغرافیہ بنتا ہے۔ یہ جو سنٹرل ایشیاء ہے یہ نام سنٹرل ایشیاء کے ممالک نے نہیں رکھا یہ جب روس نے سنٹرل ایشیاء پر قبضہ کیا انہوں نے اعلان کیا کہ یہ سنٹرل ایشیاء ہے۔ مڈل ایسٹ کے نام پر، مڈل ایسٹ کے ملکوں میں کوئی ریفرنڈم نہیں ہوا۔ مڈل ایسٹ کا نام برطانیہ نے رکھا ہے۔ اسی طرح دنیا کے دوسرے نام بھی ہیں۔ اب دیکھیئے بُش کی حکومت کہتی تھی کہ وہ Greater Middle East بنانا چاہتے ہیں وہ انڈیا سمیت سب کو ایک Greater Middle East بنانا چاہتے تھے۔ اوباما کی حکومت نے ایک نیا doctrine دیا ہے۔ جناب والا! میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارا نام بدل گیا ہے، ہمارے لیے نیا نام آیا ہے۔ ہمارا نام .F Pak Region ہے جی اب جناب والا! Pak Region. F ہمارا نام بن گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ہمارے لیے خصوصی نمائندے مقرر ہوئے ہیں۔ امریکہ کا خصوصی نمائندہ ہے، برطانیہ کا ہے، فرانس کا ہے۔ ان لوگوں کے پاس اضافی پیسے نہیں ہیں وہ ایک ڈالر بھی خرچ نہیں کرتے اگر ضرورت نہیں ہے، اگر ان کا کوئی مقصد یا objective نہیں ہے۔ جناب والا! یہ کھیل ہمارے گرد کھیلا جا رہا ہے اور ہم یہاں پر شطر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپائے بیٹھے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ پاکستان میں آج بھی ہم جب کہتے ہیں کہ سترہویں ترمیم ختم ہو۔ ٹھیک ہے صدر سے اختیارات ختم یا کم ہو کر وزیراعظم کے پاس آنے چاہییں۔ پارلیمنٹ کے پاس آنے چاہییں لیکن صرف یہی عدم توازن نہیں ہے۔ اقتدار کے مختلف مراکز اب بھی موجود ہیں۔ جناب والا! پچھلے سال فروری میں جو انتخابات ہوئے کوئی جمہوری انقلاب نہیں آیا۔ صرف ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی ہے۔ ہمیں اس کو حکمت کے ساتھ استعمال کرنا ہے۔ ہمیں آگے بڑھنا ہے۔ میری گزارش ہے کہ پاکستان کسی سیاسی محاذ آرائی کا متحمل نہیں ہو

سکتا۔ یہاں جمہوریت بہت کمزور ہے۔Fragile ہے۔ یہاں پر صرف government by consensus ہو سکتی ہے۔ اگر جمہوری حکومت نے اپنی میعاد پوری کرنی ہے اور جمہوریت کو consolidate کرنا ہے تو صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ساری democratic political forces کے درمیان ایکconsensus ہو۔ اہم باتوں پر consensus ہو۔ اس کے بعد وہ اگلے الیکشن میںcompete کریں۔ پھر مقابلہ کریں ایک دوسرے کو شکست دیں لیکن یہ اس کا وقت نہیں ہے۔

جناب والا! میں بہت احترام کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم ریت میں سر دبائے بیٹھے ہیں اور ہو کیا رہا ہے۔ فاٹا ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ فاٹا آج بالکل ایسے ہے جیسے ستمبر ۱۱ سے پہلے افغانستان ہوتا تھا۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پختون خواہ میں پاکستان کی ریاست ٹوٹ رہی ہے۔ ریاست چیخ رہی ہے۔ ہمارے مختلف اضلاع ہمارے ہاتھ سے نکل رہے ہیں۔ فاٹا کے اندر لوگ بیٹھے ہیں وہ وہاں سے لوگوں کو روانہ کرتے ہیں کہ فلاں جگہ اب کوئی حجام کام نہیں کرے گا۔ کوئی موسیقی کی دکان نہیں ہو گی۔ کوئی فلاں چیز نہیں ہو گی۔ یہ ایسی تلخ حقیقت ہے کہ اس کا ہمیں سامنا کرنا چاہیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: اس کا ہمیں خیال رکھنا چاہیے۔ دھیان دینا چاہیے اور بہت ضروری بات یہ ہے کہ جیسے ہم نے بلوچستان کے مسئلے پر بات کی ہے میں گزارش کروں گا'appeal کروں گا اس ہاؤس میں کہ فاٹا اور پختون خواہ کے حوالے سے ایک خصوصیsession ہم کریں اور وہsession اگرin camera ہو تو وہ بہتر ہو گا کیونکہ بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو ہم کہنا چاہتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اس طرح سے نہیں کہی جاسکتیں۔ حافظ شیرازی نے کہا تھا کہ (فارسی شعر)

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز

ورنہ گر محفل رندان خبر نیست کہ نیست

بہت شکریہ۔

Mr. Presiding Officer: I would like to read out the prorogation order received from the President. In exercise of the powers conferred by clause 1 of the Article 54 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan، I hereby prorogue the Senate Session on the conclusion of its business on 30th April، 2009.

Signed

(Asif Ali Zardari)

President

Islamic Republic of

Pakistan.

[The House was then prorogued sine die.]